خلیل احمد رانا

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

انگوٹھے چومنے کی حدیث

تحریر خلیل احمد رانا

پیش کش:

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

E-mail: fikrealahazrat@yahoo.com

برائے:

www.alahazratnetwork.org

باسمہٖ تعالیٰ

انگوٹھے چومنے کی حدیث

ترتیب۔خلیل احمد رانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جے لکھ واری عطر گلابوں دھوئیے نت زباناں

نام اُنہاں دے لائق ناہیں، کی قلمے دا کاناں [۱]

ترجمہ۔اگر ہمیشہ لاکھ مرتبہ بھی عطر گلاب سے زبان دھوئی جائے، پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لینے کے لائق نہیں اور سرکنڈے کے کانے کی قلم کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ؛

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ [۲]

ترجمہ۔اور (رسول) کی تعظیم وتوقیر کرو۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوب تعظیم وتوقیر کریں۔ ''تعزروہ'' کا معنی ہے خوب تعظیم کرو یعنی نہ صرف تعظیم بلکہ خوب تعظیم، جس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں مبالغہ کرو، اور یہ مبالغہ بھی محض ہماری نسبت سے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں جس طرح بھی مبالغہ کریں، ہمارا مبالغہ اس شان کی نسبت سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے، تقصیر وکوتاہی ہی ہے، چنانچہ حافظ الحدیث امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ یحصبی مالکی اُندلسی (اسپین، یورپ) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء) اپنی کتاب ''الشفاء'' کے تیسرے باب میں فرماتے ہیں!

قال المبرد تعزروہ تبالغوافی تعظیم [۳]

ترجمہ۔امام مبرد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان تعزروہ کا معنی یہ ہے کہ لوگو تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

محدث امام احمد بن حجر الھیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۔۹۷۴/۱۵۶۷) اپنی کتاب **الجوھر المنظم** میں فرماتے ہیں!

"ومن بالغ فی تعظیمه صلی الله علیه وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ به ما یختص بالباری سبحانه وتعالیٰ فقد اصاب الحق وحافظ علی جانب الربوبیة والرسالة جمعیا وذلک هو القول الذی لاافراط فیه ولاتفریط"[۴]

ترجمہ۔اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں ہر اس طریقہ سے مبالغہ کیا جس سے تعظیم بلند ہوا اور یہ مبالغہ ذات باری تک نہ لے جائے تو وہ حق تک پہنچا اور اس نے اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی حدوں کی پاسداری کی اور یہ وہ قول ہے جو کہ افراط وتفریط سے پاک ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرنا جائز ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا، میں اللہ کا صرف عبد ہوں، لہذا تم مجھے عبداللہ ورسولہ کہو۔

غزالئی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۹۱۳-۱۹۸۶ء) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں!

"یہ حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) کی متفق علیہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ مجھے الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک نہ بڑھاؤ، جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ کر انہیں الٰہ اور معبود بنایا اور مقام عبدیت ورسالت سے بڑھا کر معبودیت اور الوہیت تک پہنچادیا۔

جو لوگ اس حدیث کو پڑھ کر رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رسالت اور کمال عبدیت بیان کرنے سے روکتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ شان رسالت اور کمال عبدیت کے مقام پر اور مرتبہ میں حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں مبالغہ ممکن نہیں، اس لئے کہ عبدیت و رسالت کا کوئی کمال ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہ فرمادیا ہو، نیز یہ کہ اس مقام عبدیت و رسالت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی حد نہیں نہ اس میں زیادتی اور مبالغہ متصور ہے، البتہ الوہیت اور معبودیت کی صفت اگر کوئی شخص معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرے تو یقیناً اس نے مبالغہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے بڑھایا، لیکن کسی مسلمان کے حق میں یہ گمان کرنا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک پہنچایا ہے، بڑا جرم اور گناہ عظیم ہے، کوئی مسلمان جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی زبان سے پڑھتا ہو اور دل سے اس کا یقین رکھتا ہو اس کے حق میں ان کا گمان شدید قسم کی سوءظنی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ان بعض الظن اِثم''، یعنی بعض ظن گناہ ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس بیان کرنے میں مبالغہ ممکن نہیں بجز اس کے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے الوہیت ثابت کی جائے اور اس حدیث میں خود اس کی تصریح موجود ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ (الحدیث) یعنی مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا۔

ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اِلٰہ مانا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' واذ قال اللہ یٰعیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی اِلٰھین من دونِ اللہ''۔ ثابت ہوا کہ حدیث مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِلٰہ ماننے کی نہی وارد ہے، یہ نہیں کہ ماسوائے الوھیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تسلیم کرنے سے منع کیا گیا ہو، حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں، بلکہ ہر وہ خوبی اور کمال جو الوہیت کے ماسوٰی ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت و متحقق ہے، حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء) اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں!

(فارسی سے ترجمہ) ''پس مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو، مقام عبدیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام خاص اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت مخصوصہ ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد حقیقی ہیں اور اس وصف عبدیت میں سب سے زیادہ اتم و اکمل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مدح اور علو مقام اسی صفتِ عبدیت کی طرف اسناد کرنے میں ہیں، حد سے بڑھانا اور مبالغہ کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح شریف

میں راہ نہیں پاتا، جس صفتِ کمال کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اثبات کریں اور جس کمال وخوبی کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کریں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ سے قاصر ہے، بجز اثبات صفتِ الوہیت کے کہ وہ درست نہیں۔

(شعر کا ترجمہ) ''یعنی امرِ شرع اور دین کو محفوظ رکھنے کے لئے انہیں خدا نہ کہو، اس کے علاوہ جو صفت چاہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں بیان کرو۔''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کی حقیقت جانتا ہے نہ ان کی تعریف کرسکتا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقت میں جیسے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ان کی طرح کوئی نہیں پہچانتا۔''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں جو کمالات اور خوبیاں بیان کی جائیں وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ سے قاصر ہیں اور کسی قسم کے اطراء ومبالغہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف میں راہ نہیں ملتی، بجز اثبات الوہیت کے، اور یہ امر ظاہر ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو روحانی طور پر حاضر ناظر سمجھنا، ابتداء آفرینش خلق سے دخول جنت ونار تک جمیع ماکان وما یکون کے علم کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم ماننا، نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کہنا، اسی طرح خزائن الٰہیہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست کرم میں بعطاء الٰہی تسلیم کرنا، علیٰ ہذا القیاس جس قدر صفات وکمالات تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اہل سنت قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت مانتے ہیں، ان میں سے کوئی وصف بھی صفت الوہیت نہیں، لہٰذا کمالات مذکورہ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا کو معاذ اللہ اطراء اور مبالغہ کہنا دروغ بے فروغ ہے، امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (۶۱۰۔۶۹۶ھ/۱۲۱۳۔۱۲۶۹ء) نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا!

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارىٰ فِی نَبِیِّهِم

وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحاً فِیْهِ وَ احْتَکِمِ

(ترجمہ) چھوڑ دے اس چیز کو (یعنی الوہیت کو) جس کا دعویٰ کیا تھا نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور حکم کر ہر اس چیز کے ساتھ جو تو چاہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا میں اور اس پر

اچھی طرح پختہ اور مظبوط رہ۔‘‘ [۵]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہر اس طریقہ سے جائز ہے کہ جس سے تعظیم بلند ہو اور یہ مبالغہ ذات باری تک نہ لے جائے، درود وسلام باادب بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ بھی تعظیم میں داخل ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء) مقدمہ ’’فتح الباری شرح بخاری‘‘ میں نقل فرماتے ہیں!

’’قال البخاری ماکتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین‘‘ [۶]

ترجمہ۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کتاب جامع الصحیح میں کوئی حدیث درج نہیں کی مگر پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نفل پڑھے۔

اہل سنت کے ہر طریقہ تعظیم پر اعتراض کرنے والے دنیا جہان کے تمام منکرین سے مطالبہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء) کا ایسا فعل یا کوئی ایسی حدیث پیش کرو، جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جب میری حدیث نقل کرو تو غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھ لیا کرو، بتاؤ حدیث درج کرنے کا یہ طریقہ کہیں قرآن میں آیا ہے یا کسی حدیث میں آیا ہے؟۔بعض صحابہ کرام بھی حدیث لکھتے تھے، مگر وہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے نہ تو غسل کرتے تھے اور نہ ہی دو رکعت نماز پڑھتے تھے، امام بخاری نے ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل اور نماز سے اپنا عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ہر طریقہ صحابہ کرام سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ظاہر ہو وہ جائز و مستحسن ہے، معلوم ہوا کہ حدیث درج کرنے کا یہ طریقہ ادب و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امام بخاری نے اپنی رائے سے اختیار کیا، جس کام کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ ہو تو تم کہتے ہو کہ یہ بدعت ہے، اب بتاؤ کہ امام بخاری کا یہ عمل کس خانہ میں رکھو گے؟۔

امام قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ’’الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ ﷺ‘‘ میں لکھتے ہیں!

’’کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی‘‘۔[۷]

ترجمہ۔یعنی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس سنتے تو

ان کا رنگ (بوجہ ہیبت وعظمت اسم اقدس) متغیر ہو جاتا اور نام اقدس سننے کی وجہ سے سرنگوں ہو جاتے تھے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) تابعی ہیں، محدث ہیں، اہل سنت کے فقہ مالکی کے امام ہیں ،آپ کی کتاب ''موطا امام مالک'' کا بہت بڑا مقام ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم وتوقیر سے بدکنے والوں سے سوال ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کو کون سی حدیث سے یہ ثبوت ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو سن کر سر جھکا لیا جائے؟۔ الشفاء میں ''ینحنی'' کا لفظ ہے، یعنی ادب سے جھک جاتے، کیا اتنے بڑے امام اور محدث کو کسی نے بدعتی کہا ہے؟، یہ صرف انگریز کی پیداوار کا کام ہے کہ خود تو اپنے نصیب میں ادب کرنا ہے نہیں، اور جو بھولے بھالے مسلمان نام اقدس کی تعظیم وادب کرتے ہیں، ان کو پریشان کرتے ہیں اور ان کے پیچھے لٹھ لے کر پڑے ہوئے ہیں کہ یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے، اور اپنے اس گھناؤنے جرم سے پیٹ پالنے کے لئے مسلمانوں میں تفرقہ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

نام اقدس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

(شہادت کی انگلیاں اور انگوٹھے چومنے کی احادیث)

(۱)

الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ (۸۳۱۔۹۰۲ھ/۱۴۲۷۔۱۴۹۶ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''**المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهره علی الالسنة**'' میں حدیث درج فرماتے ہیں!

''مسح العینین بباطن انملتی السبا بتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدرسول الله مع قوله اشهد ان محمد عبده ورسوله رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهدان محمد رسول الله قال هذا وقبل باطن الا نملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله علیه

وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی،ولایصح"۔[۸]

ترجمہ۔مؤذن سے اشھدان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کرشہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کرآنکھوں پرملنااوریہ دعاپڑھنا"اشهد ان محمد عبده ورسوله رضیت بالله رباو بالاسلام دیناو بمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا"۔اس حدیث کودیلمی نے مسندالفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشھدان محمد رسول اللہ کہتے سناتو یہ دعاپڑھی اوراپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کراپنی آنکھوں پرلگائےتو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے دوست نے کیا،اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی اور یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں درجہ صحت کونہ پہنچی۔

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ساتھ مزید احادیث اور حکایات بیان فرماکرآخرمیں فرمایا!

"ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شئی"[۹]

ترجمہ۔بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پرفائزنہیں۔

قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ احادیث بیان کرنے کے بعدان کے بارے میں صرف"لایصح"فرمایا ہے،اس کے علاوہ اورکچھ نہیں فرمایا،اب ذراتعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کی دھاندلی اورخیانت ملاحظہ فرمائیں!

دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی محمد حسین نیلوی (سرگودھا،پنجاب،پاکستان)،شاگرد مولوی حسین علی واں بھچروی(۱۲۸۳۔۱۳۶۳ھ/۱۸۶۶۔۱۹۴۳ء)مصنف "تفسیر بلغتہ الحیران"اپنی کتاب"خیرالکلام فی تقبیل الابھام"میں لکھتے ہیں!

"حضرت امام سخاویؒ کی کتاب"مقاصد حسنہ"ص ۳۸۵ کے حاشیہ میں محشی نے تحریر فرمایا ہے"وحکی

الحطاب فی شرح مختصرۃ خلیل حکایۃ اخری غیر ھٰھنا وتوسع فی ذلک ولا یصح شیٔ من ھذا فی المرفوع کما قال المؤلف بل کلہ مختلق'' (ترجمہ) کہ شرح مختصر خلیل میں اس آخری حکایت کے علاوہ ایک اور حکایت بھی علامہ حطابؒ نے بیان فرمائی ہے جس میں انہوں نے کھل کر بحث فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اس بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے جیسا کہ حضرت مؤلف (امام سخاوی) نے فرمایا ہے، بلکہ یہ سب کی سب روایات گھڑنتو ہیں''۔[۱۰]

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس عبارت میں امام محمد الحطاب الرعینی فقیہ مالکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۹۵۴/۱۵۴۷ھ) نے اپنی کتاب ''**مواھب الجلیل شرح مختصر الخلیل فی فروع الفقہ مالکی**'' میں ان احادیث کے متعلق صرف ''لا یصح'' ہی کہا ہے کہ جیسے امام سخاوی نے کہا ''ولا یصح شیٔ من ھذا فی المرفوع''۔ کتاب مقاصد کے متن میں موضوع یا مختلق یا گھڑنتو کا کوئی لفظ موجود نہیں، آگے کا فقرہ ''**بل کلہ مختلق**'' کتاب کے محقق ومحشی عبداللہ صدیق، استاد جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) کا ہے نہ کہ امام حطاب اور امام سخاوی کا۔ اگر یہ احادیث موضوع یا گھڑی ہوئی ہوتیں تو امام حطاب اور امام سخاوی انہیں ''لا یصح'' کہہ کر نقل نہ کرتے بلکہ باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق یعنی گھڑی ہوئی کہتے۔

یہی مولوی محمد حسین نیلوی اپنی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں!

مشہور محدث حضرت حطاب رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو مختلق یعنی من گھڑت اور بناوٹی قرار دیا ہے۔

[۱۱]

امام حطاب علیہ الرحمہ نے اس روایت کو ''مختلق'' کہاں لکھا ہے، اس کا جواب قیامت تک کوئی دیوبندی نہیں دے سکتا، بس دھونس دھاندلی ہے جو چاہیں کہیں کون پوچھنے ولا ہے، مگر حساب کے دن تو ضرور بتانا پڑے گا۔

(۲)

حضرت ملا علی بن سلطان القاری الہروی الحنفی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۶۰۶ء/۱۰۱۴ھ) نے اپنی معروف تصنیف ''الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ'' (موضوعات کبیر) میں لکھتے ہیں!

''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن: اشھد ان محمداً رسول اللہ مع قولہ

: اشهد ان محمداً عبده ورسوله ، رضيت بالله رباً، وبالاسلام ديناً، وبمحمد عليه الصلاة والسلام نبياً.

ذكره الديلمي في الفردوس من حديث ابي بكر الصديق ان النبي عليه الصلاة والسلام قال: ومن فعل ذلک فقد حلت عليه شفاعتي . قال السخاوي : لايصح . واورده الشيخ احمد الرداد في كتابه "موجبات الرحمة" بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام . وكل ما يروى في هذا فلا يصح رفعه البتة۔[۱۲]

ترجمہ۔مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کرآنکھوں پر ملنااور یہ دعاپڑھنا اشهد ان محمد عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام ديناوبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ۔اس حدیث کودیلمی نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،جس نے یہ کام کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔امام سخاوی نے کہا کہ یہ روایت درجہ صحت تک نہ پہنچی۔اورشیخ احمد رداد کتاب موجبات الرحمت میں اس روایت کوحضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند کے ساتھ لائے ہیں جس میں کچھ لوگ غیر معروف ہیں اورکوئی راوی منقطع بھی ہے،اور اس بارے میں جوبھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

پھر فرماتے ہیں اقلت: واذا ثبت رفعه الى الصديق فيكفي العمل به . لقوله عليه الصلوٰةوالسلام: عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين:

وقيل: لايفعل ولا ينهى ، وغرابتهٗ لا تخفى على ذوى النهى۔

ترجمہ۔میں (ملاعلی قاری) کہتا ہوں کہ جب یہ عمل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک ثابت ہےتوعمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

اور کہا گیا کہ نہ یہ عمل کیا جائے اور نہ اس کا انکار،تو اس (قول) کا اجنبی اور غیر معروف ہونا عقل

مندوں پر مخفی نہیں۔

حضرت ملاعلی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں دو روایتیں بیان کرنے کے بعد صرف اتنا فرمایا ہے کہ ان کا مرفوع ہونا درجہ صحت تک نہیں پہنچتا۔ ان عبارات میں کہیں بھی کسی روایت کے متعلق ''موضوع'' یعنی بناوٹی یا گھڑی ہوئی کا لفظ کہیں نہیں ملے گا۔ ہم آگے بتائیں گے کہ مجہول اور منقطع روایت بھی موضوع نہیں ہوتی، اور یہ بھی بتائیں گے کہ جس روایت کو لایصح کہا گیا ہو اُس کی کیا حیثیت ہے اور کیا ایسی حدیث قابل عمل ہوتی ہے؟۔

منکرین عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں پرانی بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی یہ بیماری بڑھاتا ہی رہتا ہے، لہذا غیر مقلدین وہابیوں سے امام علی قاری علیہ الرحمہ کی اس عبارت کا کوئی جواب تو نہ بن سکا لیکن پھر بھی اپنی روایتی بددیانتی اور حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ!

> ''ملاعلی قاری کا یہ کہنا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، حقائق کی روشنی میں غلط ہے، بلکہ ملاعلی قاری فرماتے ہیں'' **وغرابتہ لا تخفی علی ذوی النھی** ''یعنی اس روایت کی غرابت عقل مندوں پر مخفی نہیں''۔ [۱۳]

کیا کہنے ہیں ان نام نہاد اہل حدیثوں کی سخن فہمی اور دیانت کے۔ اس عبارت میں ''غرابت کا تعلق نہ تو حدیث سے ہے اور نہ ہی جواز کے قول سے کیونکہ جواز کا قول تو خود ملاعلی قاری قلت (میں کہتا ہوں) کہہ کر کر رہے ہیں تو پھر اپنے ہی قول کی غرابت کا دعویٰ کر کے اسے مردود ٹھہرانا ملاعلی قاری سے کیسے صادر ہو سکتا ہے، لہذا ملاعلی قاری غرابت کے لفظ سے خود تردیدی (self-contradiction) نہیں کر رہے بلکہ قیل کے صیغے والے ضعیف قول کی تردید کے لئے غرابت کا لفظ بولا گیا ہے، چونکہ حضرت ملاعلی قاری علیہ الرحمہ نے یہ بات عقل مندوں کے لئے فرمائی ہے اور فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین عقل سے پیدل ہیں اس لئے یہ بات ان کی عقل میں نہ آئی اور وہ خود فریبی یا خلق فریبی کے مرتکب ہوئے۔

ذکر روکے ، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی [۱۴]

ملک المحدثین الشیخ العلامہ اللغوی محمد ابن طاہر صدیقی پٹنی گجراتی ہندی رحمتہ اللہ علیہ (۹۱۴ـ۹۸۶ھ/۱۵۰۸ـ۱۵۷۸ء) اپنی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' (عربی) میں لکھتے ہیں!

''مسح العينين بباطن انملتى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع اشهد ان محمداً رسول الله من المؤذن مع قوله اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباًوبالاسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا. ذكره الديلمى فى الفردوس من حديث ابى بكر الصديق انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله قال مثله وقبل بباطن الانملتين السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله عليه وسلم من فعل مثل مافعل خليلى فقد حلت عليه شفاعتى ، ولايصح''۔[۱۵]

ترجمہ۔مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباًوبالاسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور اپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر لگائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے دوست نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی، اور یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی۔

(۴)

یہی علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ اپنی دوسری شہرہ آفاق کتاب ''مجمع بحار الانوار فى غرائب التنزيل ولطائف الاخبار مع تكمله'' (عربی) مطبوعہ مدینہ منورہ (سعودی عرب) میں لکھتے ہیں!

''مسح العينين بباطن انملتى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع اشهد ان محمداًرسول الله ، مع قوله :اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمد ﷺ نبياً. ذكره الديلمى ولايصح ، وكذا ما اوردعن

الخضر علیه السلام : من قال: مرحبا بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبدالله ﷺ! ثم یقبل ابهامیه و یجعلهما علی عینیه، لم یعم ولم یرمد ابداً، وروی تجربة ذلک عن کثیرین"۔[۱۶]

ترجمہ۔مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت بالله رباو بالاسلام دیناو بمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا ۔اس کو امام دیلمی نے ذکر کیا اور یہ حدیث درجہ صحت تک نہیں پہنچی۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے روایت لائے کہ جو کہے مرحباً بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبدالله ﷺ پھر انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر ملے تو نہ اندھا ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

یہ عبارت لکھ کر علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل عبارت قارئین کے سامنے ہے،اس عبارت کے متعلق انہوں نے ''لایصح'' ہی کہا ہے ''موضوع'' نہیں کہا بلکہ آخر میں لکھا کہ ''اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں''۔

(۵)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی مصری رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۳۶ء/۱۲۵۲ھ) کتاب ''ردالمحتار حاشیه علی الدر المختار ''میں لکھتے ہیں!

''یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة صلی الله علیک یا رسول الله وعند الثانیةمنها قرت عینی بک یا رسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائد اله الی الجنة کذا فی کنزالعبادقهستانی ونحو فی الفتاویالصوفیة وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمداً رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله

فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئیٌ ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخته ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع۔" [۱۷]

ترجمہ۔پہلی مرتبہ الفاظ شہادت سننے پر مستحب یہ ہے کہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہا جائے، اور دوسری مرتبہ الفاظ شہادت سننے پر قرت عینی بک یارسول اللہ کہا جائے، پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر تو نبی کریم ﷺ اس شخص کے لئے جنت کے قائد ہوں گے، کنزالعباد میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ قہستانی اور اس کی مثل فتاویٰ صوفیہ میں اور کتاب الفردوس میں ہے، اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ کو سن کر جس شخص نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما میں اس کا قائد ہوں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا، اس کی مکمل بحث سخاوی کی مقاصد حسنہ، رملی نے حواشی بحرالرائق میں نقل کی ہے، جراحی نے اس پر طویل بحث کی پھر کہا اس میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود روایت نہ ملی۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ مذکورہ بالا عبارت میں انگوٹھے چومنے کی حدیث بیان کر کے علامہ اسماعیل جراحی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں "لم یصح فی المرفوع من کل ھذا شئیٌ"یعنی بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔لیکن پوری عبارت میں ان احادیث کے متعلق "موضوع" کا لفظ نہیں ملتا۔قارئین پھر غور سے دیکھ لیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کے آخری حصہ میں ہے کہ "بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے بعد روایت نہیں ملی"۔اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء) نے "فتاویٰ امدادیہ" میں اسی عبارت کو بنیاد بنا کر اپنے فتوے میں انگوٹھے چومنے کو ناجائز قرار دیا۔[۱۸]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) نے اشرف علی تھانوی کے اس فتوے کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا، مضمون طویل ہو جانے کے خوف سے وہ مکمل جواب ہم یہاں نقل نہیں کر رہے مختصر جواب نقل کرتے ہیں، جو صاحب اس بارے میں تحقیق کا شوق رکھتے ہوں، انہیں چاہیئے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا رسالہ ''نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامہ'' یعنی اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل'' کا مطالعہ کریں۔[۱۹]

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''قہستانی کا یہ قول کہ ''اقامت کے بارے میں تلاش بسیار کے بعد بھی روایت نہ ملی'' علامہ شامی کے نزدیک ایسی نقل، نقل مجہول ہے اور نقل مجہول نامقبول ہوتی ہے۔

علامہ شامی، ردالمحتار، (باب الولی من کتاب النکاح) میں فرماتے ہیں!

''**قول المعراج ورایت فی موضع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لا یکفی فی النقل لجهالته** (۔یعنی معراج کا قول ''اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے'' الخ (یعنی مبسوط امام سرخسی کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے نقل میں وہ ناکافی ہے۔[۲۰]

وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے، یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد، اور یہاں قہستانی، جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی تو اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجئے کہ عقل بازار میں نہیں بکتی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر قہستانی کی اس نقل کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ ''نفی روایت'' ہے۔''روایت نفی'' تو نہیں اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے، نفی روایت کی نہیں[۲۱]۔اور زیادہ سے زیادہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہاء سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں، اور قہستانی کو ان معنیٰ میں فقہاء میں شمار کرنا کہ اُن کا قول بغیر نقل کے مسلّم ہو تو یہ یقیناً باطل ہے، بلکہ نقل میں ان کا حال خود یہی علامہ شامی اپنی کتاب ''**العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة**'' میں بتاتے ہیں!

''**القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصاً واستناده الی کتب الزاهدی المعتزلی**''

یعنی قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جب کہ اس کا استناد زاہدی

معتزلی کتب کی طرف ہو۔[۲۲]

چلو یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید اور تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں تو قہستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انہیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہاء کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکمِ استحباب بتا رہے ہیں، وہ مردود ونا معتبر قرار پائے۔''[۲۳]

(۶)

علامہ سید احمد طحطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۔۱۸۱۵ء/۱۲۳۱ھ) اپنی کتاب ''حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح''میں لکھتے ہیں!

''ذکر القهستانی عن کنز العباد یستحب ان یقول عند سماع الاولی من الشهادتین للنبی ﷺ صلی الله علیک یا رسول الله و عند سماع الثانیة قرت عینی بک یا رسول الله اللهم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع ابهامیه علی عینیه فانه ﷺ یکون قائد الہ فی الجنة وذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر رضی الله عنه مرفوعا من مسح العینین بباطن انملة السبابتین بعد تقبیلهما عند قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله وقال اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا حلت له شفاعتی اه کذا روی من الخضر علیه السلام، وبمثله یعمل فی الفضائل''[۲۴]

ترجمہ۔قہستانی نے کنز العباد سے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کی شہادتوں میں سے پہلی شہادت کے سننے پر مستحب یہ ہے کہ سننے والا صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھے اور دوسری شہادت کے سننے پر کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اور انگوٹھوں کو (چوم کر) آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللهم متعنی بالسمع و البصر بے شک نبی کریم ﷺ جنت میں اس کے قائد ہوں گے دیلمی نے فردوس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جس شخص نے مؤذن سے شہادت سن کر اپنی شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا اور یہ پڑھا اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا (حضور ﷺ) فرماتے ہیں اس کے لئے میری

شفاعت حلال ہوگی۔اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ اس قسم کی احادیث (ضعاف یعنی ضعیف حدیثیں) فضائل میں معتبر ہیں۔

اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو امام طحاوی علیہ الرحمہ اس حدیث سے کبھی استدلال نہ فرماتے، انہوں نے عبارت کے آخر میں صرف اتنا کہا کہ اس قسم کی احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف احادیث فضائل میں معتبر ہیں یعنی جن احادیث سے فضائل ثابت ہوتے ہوں اُن پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

(۷)

مولانا حافظ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۴ـ۱۳۰۴ھ/۱۸۴۸ـ۱۸۸۶ء) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

سوال نمبر ۹۸۔ ناخنہای ہر دو دست بر چشم نہادن ہنگام شنیدن نام آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در اذان چہ حکم دارد۔

جواب۔بعضے فقہا مستحب نوشتہ اند۔ وحدیثے ہم دریں باب نقل میسازند مگر صحیح نیست۔ در امر مستحب فاعل و تارک ہر دو قابل ملامت و تشنیع نیست۔ در جامع الرموز می آرد اعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشھادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر وبعدہ وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائدا لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد انتھی۔[۲۵]

ترجمہ۔بعض فقہاء نے اس کو مستحب لکھا ہے اور اس کے بارے میں حدیثیں بھی نقل کی ہیں، مگر وہ صحیح نہیں اور مستحب کام کرنے اور نہ کرنے والا دونوں قابل ملامت اور طعن و تشنیع نہیں ہیں، اور جامع الرموز میں ہے کہ بلاشبہ اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری (شہادت) کے سننے پر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے، پھر کہے اے اللہ میری سمع و بصر کو نفع پہنچا اور پھر دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے تو ایسا کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر سایہ جنت میں لے جائیں گے۔

یہی مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''السعایہ شرح وقایہ'' میں لکھتے ہیں!

" فقد ورد ذلک فی احادیث مرفوعة وموقوفة کلها ضعیفة ولایصح فی هذا لباب حدیث مرفوع فمن ثم صرح بعض الفقهاء باستحبابه فی اذان عند الشهادتین لان الحدیث الضعیف یکفی فی فضائل الاعمال۔[۲۶]

ترجمہ۔انگوٹھے چومنے کے متعلق مرفوع اور موقوف احادیث آئی ہیں لیکن وہ سب ضعیف ہیں، اس کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں، اسی لئے بعض فقہاء نے اس کے استحباب کا قول کیا ہے، اس لئے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کفایت کرتی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ ہندوستان کے مشہور فقیہ، محدث اور مسلّم بزرگ ہیں، ان کی عبارات آپ نے پڑھیں، پہلی عبارت میں انہوں نے ان احادیث کے بارے میں صاف لکھا ہے "صحیح نیست" یعنی یہ صحیح نہیں ہیں مگر موضوع، من گھڑت اور بناوٹی نہیں لکھا۔ دوسری عبارت میں لکھا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث فضائل اعمال کافی ہوتی ہے اور بعض فقہاء نے اس عمل کو مستحب کہا ہے۔ موضوع کہیں نہیں کہا۔

(۸)

غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی یمنی (۱۱۷۲-۱۲۵۰ھ/۹-۱۷۵۸-۵-۱۸۳۴ء) اپنی کتاب "فوائد المجموعه فی بیان احادیث الموضوعه" میں انگوٹھے چومنے والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

"رواه دیلمی فی مسندالفردوس عن ابی بکر رضه الله عنه مرفوعا قال ابن طاهر فی التذکره لایصح"۔[۲۷]

ترجمہ۔یعنی اس انگوٹھے چومنے والی حدیث کے متعلق محدث دیلمی نے مسندالفردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے مگر علامہ ابن طاہر پٹنی گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں لکھا ہے "لایصح" یہ صحیح کے درجے کو نہیں پہنچتی۔

یہی حوالہ غیر مقلدین وہابیہ کے دور حاضر کے امام محمد ناصر الدین البانی دمشقی (م،۱۹۹۹ء) نے اپنی کتاب "سلسله احادیث الضعیفه والموضوعه واثرها السیئی فی الامة" میں دیا ہے۔ پاکستان کے غیر مقلدین نے اس کا اردو ترجمہ "احادیث ضعیفہ کا مجموعہ" کے نام سے ۱۹۹۴ء میں مکتبہ ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتالیف، فیصل آباد

سے شائع کیا ہے، اردو ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل غیر مقلد کا ہے اور اس پر نظر ثانی حافظ ناصر محمود غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے کی ہے۔ناصر البانی لکھتا ہے!

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوبکرؓ سے مرفوع بیان کیا ہے لیکن ابن طاہرؒ کا ''التذکرہ'' میں قول ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، امام شوکانی کی تالیف ''الاحادیث الموضوعہ'' ۳۹٦ میں اسی طرح ہے نیز امام سخاویؒ نے ''المقاصد'' میں اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے''۔[۲۸]

اس مذکورہ عبارت میں جو ۳۹٦ نمبر دیا گیا ہے، وہ البانی کی کتاب کے اردو ترجمہ کے ماخذ و مراجع اور حواشی کا ہے، ماخذ و مراجع میں اس نمبر کے آگے شوکانی کی کتاب ''فوائد المجموعہ'' کے صفحہ نمبر ۹ کا حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ بات شوکانی کی کتاب کے صفحہ نمبر ۹ پر ہے۔[۲۹]

شوکانی اور ناصر البانی کی عبارتیں آپ نے پڑھیں، دونوں نے علامہ طاہر پٹنی کے حوالہ سے اس حدیث کو 'لا یصح'' ہی لکھا ہے ''موضوع'' نہیں لکھا۔

(۹)

دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم مولوی خیر محمد جالندھری (۱۳۳۱۔۱۳۹۰/۱۸۹۵۔۱۹۷۰ء) اپنی کتاب ''نماز حنفی'' میں لکھتے ہیں!

''اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر جو انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کا رواج ہے یہ خلاف سنت رسم ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کو علامہ ابن طاہر نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں۔حوالہ کے لئے دیکھو(**فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۵ مؤلفہ علامہ شوکانی**)''۔[۳۰]

مولوی خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنا خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہئیے، مولوی صاحب کو اس عمل کی ممانعت میں کوئی دلیل تو پیش کرنی چاہئیے تھی، قارئین حیران ہوں گے کہ اس عمل کی مخالفت کرنے والوں نے اس عمل کے بدعت اور ناجائز ہونے پر آج تک ایک دلیل بھی پیش نہیں کی کہ قرآن کی فلاں آیت سے یہ عمل کرنا منع ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی فلاں حدیث میں یہ لکھا کہ حضور ﷺ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے یا کسی صحابی نے منع فرمایا ہے، ان

لوگوں کے پاس منع کی ایک دلیل بھی نہیں بس رسول دشمنی میں مسلمانوں کو منع کرتے ہیں۔

مولوی خیر محمد جالندھری نے کتاب کا نام تو ''نماز حنفی'' رکھا، جب دیکھا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا ہے اور ضعیف حدیث کو عمل کرنے کے لئے معتبر کہا ہے تو عظمت رسول ﷺ کی دشمنی میں بھاگ کر کسی حنفی عالم دین کا حوالہ دینے کے بجائے غیر مقلد شوکانی کے دامن میں پناہ لی، لیکن افسوس ہم آگے چل کر واضح کریں گے کہ علمی اور تحقیقی دنیا میں یہ حوالہ بھی ان کے کام نہیں آسکا، کیونکہ علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث کے متعلق ''لا یصح'' ہی کہا ''موضوع'' نہ کہا۔ اگر انگوٹھے چومنے کی حدیث موضوع ہوتی یا شدید ضعیف ہوتی یا اس کا کوئی راوی کذاب ہوتا تو محدثین کو کیا رکاوٹ تھی کہ انہوں نے اسے ''لا یصح'' لکھ دیا، انہوں نے صاف صاف یہ کیوں نہ لکھ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے یا شدید ضعیف ہے یا لکھتے کہ اس کے فلاں راوی نے جھوٹ بولا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ جب ان لوگوں کو محدثین کی ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو یہ لوگ آخرت کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے؟۔

اگر یہ لوگ ''لا یصح'' کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے یا مردود ہے یا موضوع یعنی وضع کی ہوئی بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہے تو یہ لوگ علم اصول حدیث کے متعلق بالکل بے خبر اور جاہل ہیں اور اگر جانتے ہیں کہ ''لا یصح'' کا مطلب یہ نہیں کہ حدیث غلط اور مردود ہے تو یہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں، یہ علمی خیانت ہے، بددیانتی ہے، بے ایمانی ہے اور یہ ان کے بدمذہب ہونے کی واضح علامت ہے۔

(لا یصح کا مفہوم)

(کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں)

علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''خاتمہ مجمع بحار الانوار'' میں فرماتے ہیں!

''بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کثیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منه اثبات العدم، وانما هو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین''۔[۳۱]

ترجمہ۔ یعنی محدثین کا کسی حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور کسی کے متعلق موضوع کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، کیونکہ موضوع کہنا تو اسے کذب اور افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے اس حدیث کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ اس کا مفاد تو عدم ثبوت سے آگاہ کرنا ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق

ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء) شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں فرماتے ہیں!

''لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا'' [۳۲]

ترجمہ۔یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونالازم نہیں آتا۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں فرماتے ہیں!

''لا یلزم عن عدم الصحۃ وجود الوضع کمالاتخفی'' [۳۳]

ترجمہ۔یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونالازم نہیں آتا۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اسی کتاب '' موضوعات کبیر'' میں دس محرم الحرام یعنی عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء) کا حکم ''لایصح ھذا الحدیث'' (کہ یہ حدیث صحیح نہیں) نقل کر کے فرماتے ہیں!

''قلت لایلزم من عدم صحۃ ثبوت وضعہ وغایۃ انہ ضعیف'' [۳۴]

ترجمہ۔یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونالازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

ملاعلی بن سلطان قاری علیہ الرحمہ ''الموضوعات الکبریٰ '' میں ہی امام بیہقی علیہ الرحمہ کی ایک حدیث میں ''لایصح '' کے متعلق فرماتے ہیں!

''لا یلزم من عدم صحۃ نفی وجود حسنہ وضعفہ'' [۳۵]

ترجمہ۔یعنی ''کسی حدیث کی عدم صحت اس کے حسن اور ضعیف ہونے کی نفی نہیں کرتی۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ ''الموضوعات الکبریٰ '' میں ''لایصح '' کے متعلق امام سخاوی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرماتے ہیں!

''لا یصح، لا ینافی الضعف والحسن'' [۳۶]

ترجمہ۔یعنی کسی حدیث کا ''صحیح نہ ہونا اس کے حسن اور ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔

امام جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابو بکر السیوطی علیہ الرحمہ (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء) اپنی کتاب "التعقبات علی الموضوعات" میں فرماتے ہیں!

"اکثر ماحکم الذھبی علی ھذا الحدیث، انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ" [۳۷]

ترجمہ۔ یعنی زیادہ سے زیادہ اس حدیث پر (علامہ) ذھبی نے جو حکم لگایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ متن صحیح نہیں اور یہ بات اس حدیث کے ضعیف ہونے پر صادق آتی ہے۔

انگوٹھے چومنے کی حدیث اگر موضوع ہوتی تو محدثین اسے "لایصح" کہہ کر نقل نہ کرتے بلکہ موضوع ہی کہتے۔

(راوی کی مجہولیت سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی)

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر حدیث پر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل اور موضوع۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب "رسالہ فضائل نصف شعبان" میں فرماتے ہیں!

"جھالۃ بعض الرواۃ لا یقتضی کون الحدیث موضوعا وکذا نکارۃ الالفاظ ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال اتفاقا"۔ [۳۸]

ترجمہ۔ یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی بالاتفاق قابل عمل ہوتی ہے۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں!

" فیہ راو مجھول، ولا یضر لانہ من احادیث الفضائل " [۳۹]

ترجمہ۔ یعنی اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ "موضوعات کبیر" میں امام زین الدین عراقی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں!

”انه ليس بموضوع وفی سنده مجهول“[۴۰]

ترجمہ۔یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”لآلی المصنوعه“ میں فرماتے ہیں!

”لو ثبتت جهالةلم يلزم انيكون الحديث موضوعامالم يكن فی اسناده من يتهم بالوضع“[۴۱]

ترجمہ۔یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہوتو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

(کسی حدیث کی سند منقطع ہونے سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں!

”لايضر ذلک فی الاستدلال به ههنا لان المنقطع يعمل به فی الفضائل اجماعا“[۴۲]

ترجمہ۔یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

(جو حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی ہو تو موضوع نہیں ہوتی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”تعقبات على الموضوعات“ میں فرماتے ہیں!

”المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع“[۴۳]

ترجمہ۔مضطرب حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں۔

تعقبات ہی میں ہے کہ!

”المنكر نوع اخر غير الموضوع وهومن قسم الضعيف“[۴۴]

ترجمہ۔یعنی حدیث منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔

تعقبات ہی میں ہے کہ!

”المنكر من قسم الضعيف وهو متحمل فی الفضائل“[۴۵]

ترجمہ۔یعنی منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔

(جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں ہوتی)

جس حدیث میں راوی مبہم ہو جیسے ''حدثنی رجل''یعنی مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی، یا ''بعض اصحابنا''یعنی ایک رفیق نے خبر دی، اس سے حدیث ضعیف ہوگی نہ کہ موضوع ہوگی، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''لآلی المصنوعہ''میں فرماتے ہیں!

''لایستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان روایہ لم یسم''[۴۶]

ترجمہ۔یعنی صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔

(فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ھے)

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (۵۸۱۔۶۷۶ھ/۱۱۸۵۔۱۲۷۷ء) شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ علیہ ''اربعین نووی''میں، امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ ''شرح مشکوٰۃ''میں، ملا علی قاری علیہ الرحمہ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' اور ''حرز ثمین شرح حصن حصین''میں فرماتے ہیں!

''قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق''۔[۴۷]

ترجمہ۔یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔(ملخصاً)

امام شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''مقاصد حسنہ''میں فرماتے ہیں!

''قد قال ابن عبدالبر انھم یتساھلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال''. [۴۸]

ترجمہ۔بے شک ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب کہ فضائل کے بارہ میں ہو۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (پ ۷۹۰ھ۔ف ۸۶۱ھ) ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں!

''الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال''[۴۹]

ترجمہ۔یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا لیکن وہ موضوع نہ ہو۔

امام محدث حافظ ابوعمرو ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۴۲ھ/۱۲۴۴ء) ''علوم الحدیث'' میں فرماتے ہیں!

''یجوز عنہ اھل الحدیث وغیرہ ھم التساھل فی الاسانید وروایۃ ماسوی الموضوع من انواع الاحادیث الضعیفۃ من غیر اھتمام ببیان ضعفھا فیما سوی صفات اللہ تعالیٰ و احکام الشریعۃ من الحلال والحرام وغیرھما، ذلک کالمواعظ والقصص، وفضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر مالا تعلق لہ بالاحکام والعقائد وممن روینا عنہ تنصیص علی التساھل فی نحو ذلک عبدالرحمن بن مھدی واحمدبن حنبل رضی اللہ عنھما''۔[۵۰]

ترجمہ۔محدثین وغیرہم علماء موضوع کے سواہر قسم کی سندوں اور روایات میں تساہل سے کام لیتے ہیں جنکا تعلق صفات الٰہی، عقائد واحکام اور حلال وحرام سے نہ ہو اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما سے اس کی تصریح منقول ہے کہ مواعظ وقصص، اور فضائل واعمال اور ترغیب وترھیب اور جن احادیث کا تعلق عقائد واحکام سے نہ ہو ان میں تساھل سے کام لیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب الاذکار'' میں فرماتے ہیں!

''قال العلماء من المحدثین والفقھاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا''۔[۵۱]

ترجمہ۔محدثین وفقہاء وغیرھم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے جب کہ موضوع نہ ہو۔

علامہ کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں!

''الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع''[۵۲]

ترجمہ۔ضعیف حدیث سے جو کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) ''غنیتہ المستملی فی شرح منیتہ المصلی'' میں فرماتے

ہیں!

(یستحب ان یمسح بدنه بمندیل بعد الغسل) لماروت عائشه رضی الله تعالیٰ عنها قالت کان للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خرقة یتنشف بها بعد الوضوء رواه الترمذی وهو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل۔[۵۳]

ترجمہ۔''(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے) جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے، ترمذی نے روایت کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا ہے۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ ''موضوعات کبیر'' میں حدیثِ مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں!

''الضعیف یعمل به الفضائل الاعمال اتفاقا ولذاقال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب اوسنة''[۵۴]

ترجمہ۔فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لئے ہمارے آئمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''طلوع الثریا باظهار ما کان خفیا'' میں فرماتے ہیں!

''استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظر الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال''۔[۵۵]

ترجمہ۔(تلقین کو) امام ابن الصلاح اور پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

الامام المحدث الحافظ ابن الصلاح شہرزوری رحمتہ اللہ علیہ ''مقدمہ ابن صلاح'' میں فرماتے ہیں!

''اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانه کذب فی نفس الامر اذقد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسناده علی الشرط

المذکور''۔[۵۶]

ترجمہ۔محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس حدیث کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا، اس لئے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے، اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو کہ محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تدریب الراوی'' میں فرماتے ہیں!

''اذا قیل حدیث ضعیف فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب''(ملخصاً)[۵۷]

ترجمہ۔کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں، نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے، ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو۔(ملخصاً)

علامہ کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''ان وصف الحسن و الصحیح و الضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحۃ الضعیف''[۵۸]

ترجمہ۔حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے، واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط ہو اور ضعیف صحیح ہو۔

اسی کتاب ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں!

''لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحاً فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک، و ان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ۔[۵۹]

ترجمہ۔ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں محدثین نے اعتبار کیں ان پر پوری نہ اُتری، اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے، اس وقت باوصف

ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''موضوعات کبیر'' میں فرماتے ہیں!

''المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر مکی''۔[۶۰]

ترجمہ۔ محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں، واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح ہو، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تو اپنی کتاب ''تدریب الراوی'' میں یہاں تک فرماتے ہیں!

''ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط''[۶۱]

ترجمہ۔ حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ محمد ابراہیم بن محمد حلبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) اپنی کتاب ''غنیۃ المستملی'' میں فرماتے ہیں!

''الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوٰۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدروا اجعل بین اذانک واقامتک قدر مایفرغ الآکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجۃ وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم''۔[۶۲]

ترجمہ۔ یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے، اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد، اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے (امام ترمذی نے فرمایا ھواسناد مجہول، یہ سند مجہول ہے) مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔[۶۳]

ضعیف حدیث سے نفرت کیوں؟

ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جھوٹی یا گھڑی ہوئی حدیث ہوتی ہے، بلکہ محدثین کے نزدیک راویوں کی صفات کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں!(۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔

تفصیل میں جائے بغیر آپ اتنا سمجھ لیں کہ حدیث ''صحیح'' راویوں کے اوصاف کے لحاظ سے اعلیٰ ترین قسم ہے، تو ''لا یصح'' کا معنی یہ ہوا کہ یہ حدیث روایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں، اس لئے یہ حدیث ''حسن'' بھی ہوسکتی ہے اور حدیث ''ضعیف'' بھی۔ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر ضعیف حدیث کا درجہ پہلی دو یعنی حدیث صحیح اور حسن سے کچھ کم رکھا ہے، اس سے عقائد اور احکام ثابت نہیں ہوتے یعنی عقائد اور احکام کے معاملہ میں کام نہیں دیتی، لیکن فضائل اعمال میں علی الاتفاق اجماعاً معتبر ہے، اس بات کا انکار جہالت وحماقت ہے، محدثین تو ضعیف کو معتبر مانیں مگر جہلاء اس کو غیر معتبر بتائیں۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے۔

ضعیف حدیث پر عمل کرنے سے صرف اس لئے اجتناب کرنا کہ یہ تو ضعیف ہے، ایسا خیال رکھنا درست نہیں، اس کے متعلق ایک عبرت آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں!

ایک ضعیف حدیث میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ!

''من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصا به برص فلا یلو من الانفسه''[۶۴]

یعنی جو بدھ یا ہفتہ کے دن پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سفید داغ ہوجائے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''لآلی المصنوعه'' میں ''کتاب المرض والطب'' کے آخر میں اور ''التعقبات علی الموضوعات'' کے باب الجنائز میں نقل فرماتے ہیں!

''سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصا بنی البرص فرائیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک والا ستهانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

فانتهبت وقدعا فاني الله تعالیٰ وذهب ذلك عني‘‘۔[۶۵]

ترجمہ۔ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی، بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، لہذا فصد لے لی، فوراً برص کا مرض ہوگیا، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا، انہوں نے توبہ کی، آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ ’’لآلي المصنوعه‘‘ میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔ ہفتہ کے دن پچھنے لگوانے یعنی خون لینے کے بارے میں امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں کہ ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا حجام کو بلا لا، جب وہ چلا تو حدیث یاد آئی، پھر سوچ کر کہا کہ حدیث میں تو ضعف ہے، غرض کہ پچھنے لگالئے، برص کا مرض ہوگیا، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جانا، انہوں نے منت مانی کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا، صحیح ہو یا ضعیف، اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔[۶۶]

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمتہ اللہ علیہ (۹۷۹۔۱۰۶۰ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء) اپنی کتاب ’’نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض‘‘ میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔ ’’یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کے بارے میں آیا ہے کہ یہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علماء نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث صحیح نہیں، چنانچہ فوراً برص میں مبتلا ہوگئے، خواب میں حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم نے سنا نہ تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے، عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی، ارشاد ہوا! تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی، یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت

توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا''۔[۶۷]

اس مذکورہ واقعہ میں جو''بعض علماء'' لکھا ہے تو یہ بعض علماء سے مراد علامہ امام ابن الحاج مکی مالکی (متوفی ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء) رحمۃ اللہ علیہ ہیں، علامہ طحطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۱ھ/۱۶۔۱۸۱۵ء) ''حاشیہ در مختار''میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔''بعض میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے، مشہور کتاب''مدخل''کے مصنف علامہ ابن الحاج مکی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ منع والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا، پھر خیال آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں، لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لئے تو انہیں برص عارض ہوگیا، خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، سرکار دو عالم نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیا تو نے نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے، عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا سن لینا ہی کافی ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دست مبارک پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا، ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔[۶۸]

دیکھئے یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعیف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوگئیں، اللہ تعالیٰ منکرین فضائل کو بھی تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور حدیث کو ہلکا سمجھنے سے نجات دے آمین۔

(ضعیف حدیث اور علمائے دیوبند)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

''ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوھی نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم کو گلاب سے زیادہ محبت تھی، جانتے بھی کیوں تھی، ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق (پسینے) سے بنا ہوا ہے، فرمایا ہاں، اگر چہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث''۔[۶۹]

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں!

''رویات ضعیفہ کے لئے فضائل اعمال میں گنجائش ہے''[۷۰]

مولانا رشید احمد گنگوھی (۱۲۴۴ـ۱۳۲۳ھ/۱۸۲۹ـ۱۹۰۵ء) اور مفتی محمد شفیع دیوبندی(۱۳۱۴ـ۱۳۹۶ھ/۱۸۹۷ـ۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں!

''علماء کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث فضائل واعمال میں قابل قبول ہے''[۷۱]

مولوی محمد زکریا سہارنپوری (سابق امیر تبلیغی جماعت ومؤلف تبلیغی نصاب وفضائل اعمال)(۱۳۱۵ـ۱۴۰۲ھ/۱۸۹۸ـ۱۹۸۲ء)ضعیف حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

''فضائل اعمال میں محدثین نے ایسی روایات کو جائز قرار دیا ہے''[۷۲]

مولوی سرفراز خاں صفدر(ولادت ۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں!

''محدثین کرام کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ عقیدہ کے باب میں خبر واحد صحیح بھی معتبر نہیں، اور حلال وحرام اور طلاق ونکاح وغیرہ کے سلسلہ میں صحیح یا حسن خبر ہی قابل احتجاج ہو سکتی ہے، باقی جواز واستحباب کے لئے ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہے، چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں کہ ''وقال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والرغيب والرهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا ،الخ''(کتاب الاذکار، صفحہ۷، طبع مصر) ترجمہ۔ علماء محدثین اور فقہاء وغیرھم یہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث کے ساتھ عمل جائز اور مستحب ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہو''۔[۷۳]

مدرسہ خیر المدارس (ملتان) کے مفتیوں کا فتویٰ!

''فضائل کے باب میں ضعیف حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے''[۷۴]

(ضعیف حدیث اور غیر مقلدین)

غیر مقلدین وہابی کہا کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث تو معتبر ہی نہیں ہوتی اور اہل سنت کو طعنہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو بس ضعیف حدیثوں کو مانتے ہیں، ان کا سارا عقیدہ ہی ضعیف ہے۔

ان جاہلوں کو اتنا شعور نہیں کہ عقیدہ کیا چیز ہے اور عمل کسے کہتے ہیں، الحمدللہ اہل سنت و جماعت کے عقائد قطعیہ واصولیہ، آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور تامل صحابہ سے ثابت ہیں، باقی رہ گیا فروعی معاملات اور فضائل ومسائل کا معاملہ تو اس بارے میں صرف اہل سنت ہی نہیں غیر مقلدین وہابی بھی ضعیف احادیث پر عمل پیرا ہیں مثلاً مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد (۱۲۸۵۔۱۳۶۷ھ/۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء) سے سوال کیا گیا کہ!

''ضعیف حدیث کا معنی کیا ہے، ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں''۔ جواب میں کہتے ہیں!

''ضعیف کے معنی ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں، وہ کئی قسم کی ہوتی ہے، اگر اس کے مقابل میں صحیح نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے، جیسے نماز کے شروع میں سبحانک اللھم الخ پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے''[۷۵]

اسی فتاویٰ میں موجود ہے!

''بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے''[۷۶]

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد (م ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث قابل عمل ہوتی ہے اور یہ کہ ضعیف حدیث کو موضوع نہیں کہنا چاہئیے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ!

''دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا، انہوں نے چار پانچ مد کا کھانا تیار کیا، اور ایک اونٹ ذبح کیا گیا، ولیمہ ہوا، پھر لوگ جماعت جماعت ہوکر کھانے کے لئے آنے لگے، جب سب کھا چکے تو پھر بھی کھانا بچ گیا، آپ نے وہ کھانا اپنی بیویوں کے پاس بھجوا دیا، اور فرمایا خود بھی کھاؤ اور جس کو چاہو کھلاؤ۔ پہلی حدیث کی سند میں جابر جعفی ضعیف ہے اور شیعہ ہے اور (اس) دوسری حدیث کی سند بھی ضعیف ہے لیکن بہر حال یہ دونوں حدیثیں موضوع نہیں ہیں اور ان سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ دلہن یا دلہن کے لواحقین کی طرف سے کھانا کھلایا جاسکتا ہے اور اس کا نام بھی دعوت ولیمہ یا دعوت عرس ہے''۔[۷۷]

دوسری جگہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

''اے اللہ مجھ کو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ'' الحدیث، اس کو ترمذی نے انس سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابن ماجہ نے ابوسعید سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے، مستدرک حاکم میں اس کے اور بھی طرق ہیں اور بیہقی نے اس کو عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے زیادتی کی جو اس کو موضوع لکھ دیا''۔[ایضاً]

مولوی ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان (غیر مقلد) لکھتے ہیں!

''حضرت بلال کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ **اذااذنت فترسل واذا اقمت فاحدر** یعنی اذان ٹھہر ٹھہر کر اور اقمت جلد کہا کرو، ترمذی، عقیلی، طبرانی، ابن عدی، بیہقی کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اسے بیان کیا ہے، تاہم یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، اسے ابن حجر، ذہبی، عراقی، ترمذی، بیہقی، دارقطنی وغیرہ آئمہ نقاد نے نہایت ضعیف قرار دیا ہے''۔[۷۸]

ضعیف ہونے کے باوجود اس حدیث پر ساری امت وہابیہ عمل کر رہی ہے۔

تکبیر میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے جواب میں ''اقامھا اللہ وادامھا'' کہنا، اس حدیث کے متعلق مولوی عبدالرؤف غیر مقلد لکھتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔[۷۹]

نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے کی حدیث ضعیف ہے[۸۰]

تمام غیر مقلد وھابی اس ضعیف حدیث پر سختی سے عمل کر رہے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی غیر مقلد (۱۲۴۸۔۱۳۰۷ھ/۱۸۳۲۔۱۸۹۰ء) لکھتے ہیں!

''احادیث ضعیفہ در فضائل اعمال معمول بہا است''[۸۱]

ترجمہ۔ احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں قابل قبول ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

''ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے اور اسے موضوع نہیں کہنا چاہئیے''[۸۲]

مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں!

''فضائل اعمال میں ضعیف بھی معتبر ہے''[۸۳]

مولوی عبداللہ روپڑی (۲۔۱۳۰۱۔۱۳۸۴ھ/۱۸۸۴۔۱۹۶۴ء) سے کسی نے سوال کیا کہ شب برأت کے روزے والی حدیث ضعیف ہے، کیا روزہ رکھنا درست ہے؟۔

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں!

''شبرات کا روزہ رکھنا افضل ہے چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث موجود ہے، اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے''۔[۸۴]

مولوی عبدالغفور اثری غیر مقلد، ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں امام سخاوی علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''بعض محدثین کرام کے طریقہ کے مطابق ضعیف روایت بالخصوص جب کہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں قابل عمل ہوتی ہے جیسا کہ علامہ سخاوی رقمطراز ہیں:

"قال شیخ الاسلام ابوزکریا النووی رحمہ اللہ فی الاذکار ، قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم : یجوز ویستحب العمل فی الفضائل و الترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً''(القول البدیع ص ۲۵۸)''[۸۵]

مولوی عبدالغفور اثری نے جو اپنا من گھڑت فیصلہ دیا ہے کہ ''بعض محدثین'' کے طریقہ کے مطابق ضعیف روایت قابل عمل ہوتی ہے، تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، مولوی صاحب کو چاہیے تھا کہ اُن بعض محدثین کے نام لکھتے، امام سخاوی علیہ الرحمہ نے ''بعض محدثین'' نہیں کہا، فضائل ومناقب میں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، ان لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں اگر حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینے کا ڈر خوف ہوتا تو عبارات میں خیانتیں کیوں کرتے، امام سخاوی علیہ الرحمہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ!

''شیخ الاسلام ابوزکریا نووی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاذکار میں کہا ہے کہ کہا علماء اور محدثین اور فقہاء وغیرہ نے کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے لیکن وہ موضوع نہ ہو''۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق محدثین یہ کہہ دیں کہ یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں

ہوتا کہ یہ حدیث ہی نہیں، یا یہ کسی کام کی نہیں، یا قابل نفرت ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ یہ ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث کے متعلق آپ نے ساری بحث دیکھ لی کہ یہ قابل عمل ہے۔

اذان میں آقا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنا ضعیف حدیث سے ثابت ہے، تو پھر عمل کرنے سے انکار کیوں کیا جاتا ہے؟ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہونے اور تعظیم رسول سے دشمنی کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہے؟۔

جب دلائل کا کوڑا برسا تو زخموں کو چاٹتے ہوئے سوچنے لگے کہ شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ماننا ہی نہیں، کیوں نہ ڈھیٹ بن کر اس حدیث ہی کو موضوع کہہ دیں، کہ اس جھوٹ کے بغیر بات نہیں بنے گی، لہٰذا خوف خدا سے عاری ان لوگوں نے بے شرمی سے یہ جھوٹ گھڑا کہ امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''تیسیر المقال'' میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور من گھڑت ہیں۔ چلو چھٹی ہوئی۔ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

یہ جھوٹی عبارت گھڑنے والا سب سے پہلا شخص مولوی قاضی بشیر الدین قنوجی ولد نور الدین ہے، مولوی بشیر الدین ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء میں ریاست قنوج (بھوپال، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے، ان کی تصانیف میں ''کشف المبہم (شرح مسلم الثبوت)، حاشیہ کنز الدقائق، غایۃ الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام، احسن المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال، بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابہامین اور تفہیم المسائل وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ [۸۶]

سب سے پہلے اس شخص نے اپنی کتاب ''بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابہامین'' میں ایک کتاب کا جعلی نام ''تیسیر المقال'' گھڑا اور اسے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا، اس سے پہلے اور آج تک دنیا کی کسی زبان کی کسی کتاب میں یہ نام اور یہ حوالہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کتاب کا وجود ہے۔ یہی حوالہ اس نے اپنی کتاب حاشیہ کنز الدقائق کے صفحہ ۱۰ پر بھی لکھا [۸۰] اس کے علاوہ اس نے ''خیر جاری شرح صحیح بخاری'' از محمد یعقوب بنانی، شرح رسالہ عبد السلام لاہوری، از علامہ ابو اسحاق بن عبد الجبار کابلی، اقوال الاکاذیب، از امام ابو الحسن عبد الفاخر فارسی، الدرۃ المنتشرہ از امام جلال الدین سیوطی کی عبارتوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنے والی احادیث موضوع ہیں۔ [۸۷]

مولانا نواب سلطان احمد قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳/ اپریل ۱۹۳۲ء) اپنی کتاب ''سیف المصطفےٰ

علی ادیان الافتراء‘‘ میں مولوی بشیر الدین قنوجی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

’’یہ حضرت بایں دعویٰ ورع وتقویٰ اس فن تراش خراش میں سب سے پانچ قدم آگے ہیں، مشہور کتابوں کی عبارتیں کا یا پلٹ کرنا، جملے کے جملے صاف اڑا جانا، لفظ کے لفظ بے تکان بڑھا دینا، محض بے اصل حوالہ کرنا، علماء کتب کے اسماء بلکہ کسی نام سے پورا رسالہ لکھنا، عند المطالبہ تصنیف و مصنف کے اعتماد بلکہ وجود عالم ایجاد کا ثبوت نہ دے سکنا حضرت کے بائیں ہاتھ کا کام ہے‘‘۔[۸۸]

پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں!

’’کتابوں کے فرضی نام بنالینا، معدوم تصنیفوں کے حوالے دینا حضرت کا قدیمی داب ہے، مدت ہوئی کہ دہلی میں اس کا قصہ ہو چکا اور رسالہ مستطابہ ’’افہام المفافل‘‘ میں جسے چھپے ہوئے تیس برس گزرے، وہ حال سب چھپ گیا، اس قسم کی کتابوں کا ان سے مطالبہ ہوا تھا، شاہ احمد سعید دہلوی نے رقعہ لکھے مگر صدائے برنخاست، نہ انہوں نے جواب دیا نہ ان کے موافقین کے لب کھلے، اور جس ذی سے پوچھا گیا یہی کہا کہ ہم نے ان کتابوں کو نہ دیکھا نہ، غرض کسی نے اتنا بھی پتہ نہ دیا کہ کبھی ان ناموں سے ہمارے کان آشنا ہوئے ہیں‘‘۔[۸۹]

مولانا نواب سلطان احمد خاں علیہ الرحمہ نے مولوی بشیر الدین قنوجی کی کتاب ’’تفہیم المسائل‘‘ سے ہیرا پھیریوں اور خیانتوں کے اکتیس حوالے دیئے ہیں، ایک حوالہ آپ بھی پڑھیئے!

’’مولوی قنوجی نے اپنی کتاب تفہیم المسائل کے صفحہ ۲۷ پر انکار استمداد کے لئے ’’مطالب المومنین‘‘ سے نقل کیا ’’یکرہ الانتفاع بالقبر ‘‘یعنی قبر سے نفع اٹھانا مکروہ ہے، اور اس کا مطلب یہ گھڑا کہ قبور سے مدد مانگنا جائز نہیں، حالانکہ مطالب المومنین کی اصل عبارت یوں ہے ’’ویکرہ لا نتفاع بالمقبرۃ وان لم تبق آثارہ‘ ‘قبرستان سے فائدہ لینا مکروہ ہے اگرچہ اس کے آثار باقی نہ رہیں، ہر عربی خوان سمجھ سکتا ہے کہ یہاں زمین مقبرہ سے تمتع اور اُسے اپنے تصرف میں لانے کا ذکر ہے، اسی لئے اگرچہ کہہ کر ترقی کرتے ہیں کہ شاید قبروں کا نشان نہ رہنے کے بعد جواز انتفاع کا گمان ہو، لہذا تصریح کردی کہ گو اثر نہ رہے، تاہم انتفاع روا نہیں، قنوجی کی کارسازی دیکھئے پچھلے جملے کو جس سے اُن کے

گھڑے ہوئے ،ان گڑھ مطلب کا صریح رد ہوتا تھا، صاف ہضم فرما گئے اور جھٹ مقبرہ کی قبر بنا کر انتہیٰ لکھ دیا''۔[۹۰]

مولوی بشیر الدین قنوجی کی کتاب ''بصارۃ العینین فی منع تقبیل الا بھامین'' کے یہ سارے حوالے وھابیہ کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کے فتاویٰ نذیریہ، جلد اوّل، کتاب الاعتصام بالسنۃ، سے من وعن نقل کر دیئے گئے ہیں[۹۱]، اور فتاویٰ نذیریہ کا نام لئے بغیر یہی حوالے دیوبندی مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی (سرگودھا، پاکستان) نے اپنی کتاب ''خیر الکلام فی تقبیل الابھام'' میں درج کئے، اب ان کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں!

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد سے تقبیل ابھامین (یعنی انگوٹھے چومنے) کے متعلق ایک سوال ہوا (فتاویٰ نذیریہ میں سوال درج نہیں ہے) اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

''مستفتی نے جتنی حدیثیں تقبیل عینین کے بارے میں لکھی ہیں، ساری بے اصل اور موضوعات ہیں، شیخ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے **الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی اللّٰه علیه وسلم عن المؤذن فی کلمه الشهادة کلها موضوعات** انتہیٰ وقال الملا علی القاری فی رسالۃ الموضوعات لا اصل لہا''

نیچے حاشیہ میں اس عربی عبارت کا ترجمہ درج ہے!

''وہ تمام احادیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مؤذن سے سن کر یا کلمہ شہادتین میں سننے پر انگلیوں کے چومنے اور پھر آنکھوں پر لگانے کے بارے میں آئی ہیں، وہ سب موضوع ہیں، ملا علی قاری نے بھی رسالہ ''موضوعات'' میں لکھا ہے کہ ان کی کوئی اصل نہیں ہے''۔[۹۲]

مولوی نذیر حسین محدث دہلوی صاحب نے اپنے فتوے میں ''تقبیل الابہامین'' یعنی انگوٹھے چومنا، اور ''تقبیل الانام'' یعنی انگلیوں کے پورے چومنا'' کے بجائے ''تقبیل عینین'' یعنی آنکھیں چومنا لکھا ہے۔ پتہ نہیں مولوی صاحب نے یہ کیا لکھ دیا، کیونکہ انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چوم کر تو آنکھوں سے لگائے جاسکتے ہیں، کیا غیر مقلدین بتائیں گے کہ آنکھوں کو کیسے چوما جاتا ہے، ہم نے تو نہ سنا نہ دیکھا کہ انسان اپنے لبوں سے اپنی آنکھوں کو چوم لے، چونکہ وہ محدث دہلوی ہیں اس لئے ان کو کون پوچھ سکتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں!''(یہ حدیثیں) ساری بے اصل اور موضوعات ہیں''اس کی دلیل یہ دی کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے کہ اس بارے میں جتنیں حدیثیں ہیں وہ سب موضوع ہیں۔

کیا غیر مقلدین اس کتاب کا وجود ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب فلاں ملک، فلاں شہر، فلاں لائبریری میں موجود ہے، مطبوعہ ہے یا مخطوطہ ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے کہ تقبیل الابھامین کی ساری حدیثیں صحیح ہیں، تو کیا غیر مقلد وہابی اور دیوبندی اس بات کو مان لیں گے؟ انصاف تو یہی ہے کہ مان لینا چاہیئے کیونکہ انہوں نے بھی تو ایسے ہی لکھا ہے، اگر نہیں مانتے تو ہم کیسے مان لیں، تحقیق کی دنیا میں تو حوالوں کی چھان بین ہوتی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصانیف کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں، ان میں کہیں بھی اس کتاب کا نام نہیں ملتا۔

۱۔ فہرست مؤلفات سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور ، مطبع محمدی ، س ن ، صفحات ۱۲

۲۔ بغدادی ، اسمٰعیل پاشا ، ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین و آثار المصنفین من کشف الظنون[ج ۵] :بیروت ، دارالفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، ص ۵۳۴ تا ۵۴۴

۳۔ چشتی ، عبدالحلیم ، فہرست تصانیف امام جلال سیوطی علیہ الرحمہ :،مشمولہ، فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ، کراچی ، نور محمد کارخانہ، ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۵ تا ۱۸۰۔

۴۔ حال ہی میں مولانا محمد عبدالحلیم چشتی فاضل دارالعلوم دیوبند (کراچی) نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''تذکرۂ علامہ جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ'' مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی، سن اشاعت ۱۴۲۱ھ، میں صفحہ ۲۷۲ تا ۳۶۹ پر تصانیف علامہ سیوطی کی تین جامع فہرستیں شائع کی ہیں، لیکن ''تیسیر المقال'' نامی کتاب کا دُور دُور پتہ نہیں۔

یہ لوگ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے آج ۱۴۲۶ھ تک ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ جعلی کتاب امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، ہاں احقر کی یہ کتاب پڑھ کر ان کا تعصب جوش مارے تو بعید نہیں کہ خوف خدا سے عاری یہ لوگ کوئی ایسا کرتب کر دکھائیں کہ اس جعلی کتاب کا نام علامہ سیوطی کی کسی فہرست تصانیف میں ملاوٹ کر دیں، کیونکہ جو لوگ حدیث کی چھ کتابوں کے مجموعہ صحاح ستہ کو بائبل پیپر پر خوبصورت انداز میں اٹلی (یورپ) سے چھپوا کر اس

میں خیانت وتحریف کا کھیل کھیل سکتے ہیں، تو ایسی معمولی تحریف تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، صحاح ستہ کے مجموعہ میں تحریف کا واقعہ یہ ہے کہ نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کی ایک حدیث ہے، جس کے سب راوی یعنی روایت کرنے والے ثقہ ومعتبر ہیں، جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کب منسوخ وممنوع ہوا حالانکہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، تو جواب میں ان کی شکلیں دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اور ہمارا جواب منسوخیت یہ پسند نہیں کرتے۔

آخر کار تنگ آ کر انہوں نے سوچا کہ اس حدیث کی سند کا ستیاناس ہی کیوں نہ کر دیں تاکہ آئندہ کوئی یہ حدیث پیش کرے تو ہم فوراً اپنے شائع کردہ اس نسخہ سے یہ حدیث نکال کر دکھا دیں کہ جناب اس حدیث کی سند کا تو راوی ضعیف ہے اور پھر اپنی اس بے ایمانی پر خوشی سے بغلیں بجائیں، تو اب انہوں نے سوچا کہ دنیا بھر کے نسخوں میں تحریف کیسے کریں، کیوں نہ حدیث کی سند میں تحریف کرنے کے لئے ایک محرف نسخہ چھاپ لیں، سعودی ریال کے ہوتے ہوئے خرچہ کی کیا فکر، تو جناب ان لوگوں نے حدیث کی سند پر شب خون مار کر اس حدیث کے ثقہ راوی ''شعبہ'' (جسے امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث کہیں) کا نام نکال کر اس کی جگہ ایک ضعیف راوی ''سعید'' کا نام لکھ دیا، یہ مجموعہ احادیث پاکستان میں غیر مقلدین وہابیوں کے کتب خانہ دارالسلام (جس کی ہر بڑے شہر میں شاخ ہے) سے ۲۵۰۰ روپے میں مل جاتا ہے، امام احمد رضا قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے!

اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا[۹۳]

ایک بات اور قابل غور ہے کہ مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب نے ''تیسیر المقال'' کی جو عربی عبارت درج کی ہے، اس کے ساتھ ہی یہ عبارت بھی عربی میں درج ہے ''**وقال الملا علی القاری فی رسالۃ الموضوعات لا اصل لھا** '' مولوی نذیر حسین دہلوی نے اگرچہ علامہ سیوطی کی عبارت کے بعد ''انتہیٰ'' لکھا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی یا فتاویٰ نذیریہ کے ناشرین نے اگلی عبارت کو اسی رسم الخط میں ساتھ ملا کر لکھا ہے، جس سے عام اردو پڑھا آدمی اس عبارت کو تیسیر المقال کی عبارت ہی سمجھتا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا سن پیدائش ۸۴۹ھ اور سن وفات ۹۱۱ھ ہے، جب کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۰۱۴ھ ہے[۹۴] اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب ''**نزھتہ الخاطر**

الفاتر فی ترجمہ شیخ سیدی عبدالقادر ''کے مخطوطہ موجود کتب خانہ دارالکتب المصریہ، قاہرہ کا عکس ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء میں مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہوا ہے اس میں سن وفات ۱۰۱۶ھ لکھا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی تو اس وقت یعنی ایک سو پانچ سال پہلے تو شاید شیخ ملا علی قاری علیہ الرحمہ پیدا بھی نہ ہوئے ہوں، تو اس وقت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب کا حوالہ کیسے دے دیا۔ کیا وہ مستقبل کا غیب جانتے تھے؟ مولوی نذیر حسین دہلوی کے اس علمی پہیلی کا جواب غیر مقلدین ہی بہتر دے سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' (عربی) عام دستیاب ہے، کراچی (پاکستان) میں اس کے دو اڈیشن ایک سادہ اور ایک تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس کے علاوہ اس کتاب کے پرانے نسخے بھی دستیاب ہیں، آپ خوردبین لگا کر دیکھ لیں آپ کو ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں ''لا اصل'' کے الفاظ نہیں ملیں گے، افسوس ہوتا ہے اتنے بڑے بڑے مولوی اپنے جھوٹے مذہب کو سچا ثابت کرنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ میرے خیال میں تو رسول دشمنی اور پیٹ کے دھندے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے فتویٰ میں آگے لکھتے ہیں!

''اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ تقبیل عینین کے بارے میں جو حدیثیں آئی ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں'' [۹۵]

یہ بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی علیہ الرحمہ اور علامہ شوکانی غیر مقلد نے ان احادیث کے بارے میں ''لا یصح'' کہا ہے موضوع نہیں کہا، ہمارا تو یہ دعویٰ ہی نہیں کہ یہ صحیح ہیں، ہم تو کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں تو حسن ہیں یا ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے۔

پھر لکھتے ہیں!

''اسی واسطے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے فتوے تقبیل العینین میں فرمایا کہ تقبیل عینین اگر سنت جان کر کرے تو بدعت ہے، کیونکہ حدیث صحیح اس باب میں آئمہ اربعہ و محدثین کبار سے نہیں پائی گئی'' [۹۶]

پہلی بات تو یہ ہے کہ سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ

(۱۱۵۹۔۱۲۳۹ھ/۱۷۴۶۔۱۸۲۳ء) کے فتووں کا مجموعہ ''فتاوئ عزیزی'' کے نام سے فارسی اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس میں کہیں اس فتوے ''تقبیل العینین'' کا نام ونشان نہیں ہے، اگر کہیں قلمی نسخہ ان کے علم میں ہے تو اسے منظر عام پہ لایا جائے، لیکن لائیں کہاں سے، اگر یہ فتویٰ ہوتا تو یہ اسے کبھی کا شائع کر دیتے، دوسری بات یہ کہ اہل سنت تو اسے فرض واجب اور سنت سمجھتے ہی نہیں، مستحب جانتے ہیں جیسا کہ فقہاء نے اسے مستحب کہا ہے، یہ حوالہ بھی پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں!

''اور مولانا حسن علی محدث لکھنوی نے بھی اسی طرح اپنے فتوے تقبیل العینین میں لکھا ہے کہ ان حدیثوں کا کچھ اصل نہیں، اس لئے کہ آئمہ اربعہ و محدثین متقدمین کبار سے اس کی کچھ اصل ثابت نہیں، اور جو حدیث تقبیل عینین کی ابوبکر صدیق ؓ سے مقاصد حسنہ میں فردوس دیلمی سے نقل کی ہے، اس حدیث کے راوی مجہول ہیں، جن کا حال معلوم نہیں، کہ وہ کیسے ہیں، اور جب تک کسی حدیث کے راوی کا حال معلوم نہ ہو، وہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے نزدیک محدثین کے، جیسا کہ کتب اصول حدیث شرح نخبۃ اور جواہر الاصول اور تدریب الراوی وغیرہ میں مذکور ہے''۔[۹۷]

مولوی نذیر حسین دہلوی نے جن مولانا کا حوالہ دیا ہے، یہ مولانا مرزا حسن علی لکھنوی (وہابی) ولد عبدالعلی لکھنؤ میں پیدا ہوئے، جب مولوی اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳۔۱۲۴۶ھ/۱۷۷۹۔۱۸۳۱ء) کے پیر سید احمد بریلوی (۱۲۰۱۔۱۲۴۷ھ/۱۷۸۶۔۱۸۳۱ء) لکھنؤ وارد ہوئے تو مرزا حسن علی نے سید احمد کی بڑی تعظیم وتکریم کی، اپنے مکان پر دو مرتبہ دعوت دی اور چند چیزیں نذر کیں، ۲۶ رصفر ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء کو فوت ہوئے۔[۹۸]

مرزا حسن علی لکھنوی نے لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین سے اس کی کچھ اصل ثابت نہیں اور جو حدیث ابوبکر صدیق مقاصد حسنہ میں فردوس دیلمی سے نقل کی ہے اس کے راوی مجہول ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے، تو جناب حدیث تو موجود ہے، رہا یہ اعتراض کہ اس کے راوی مجہول ہیں یعنی نامعلوم ہیں، اس کا جواب بھی قارئین پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ مجہول راویوں سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوگی اور ضعیف فضائل اعمال میں قابل اعتبار ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ مرزا حسن علی لکھنوی اور قاضی بشیر الدین قنوجی

(متوفی ۱۲۷۳ھ) ہم عصر اور ہم مسلک ہیں، ان کے اعتراضات بھی ایک جیسے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور کتاب فردوس دیلمی میں واہیات اور موضوعات تودہ تودہ مذکور ہیں جیسا مولانا شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں فرماتے ہیں ''در کتاب فردوس دیلمی موضوعات وواہیات تودہ تودہ مذکور است انتہی کلامہ'' [۹۹]

مولوی نذیر حسین دہلوی کو چاہیئے تھا کہ اس سے اگلی عبارت بھی ساتھ لکھ دیتے تا کہ پڑھنے والوں تک صحیح بات پہنچ جاتی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ''بستان المحدثین'' کی اگلی عبارت یہ ہے!

''ان کے بیٹے شہردار دیلمی، حافظ ابوموسیٰ ابن المدینی اور حافظ ابوالعلاء حسن بن احمد عطار یہ سب ان سے روایت کرتے ہیں، ۹/رجب ۵۰۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کے بیٹے شہردار بن شیرویہ دیلمی جن کی کنیت ابومنصور ہے، علم حدیث کی معرفت اور اس کے سمجھنے میں اپنے والد سے بہتر تھے، چنانچہ سمعانی بھی ان کی فہم اور معرفت کی شہادت دیتے ہیں، نیز علم ادب اچھا جانتے تھے، پاک باز اور عابد تھے، زیادہ تر اپنی مسجد میں رہتے تھے، اکثر اوقات اسماع حدیث اور اس کے لکھنے میں مشغول رہتے تھے، طلب علم اپنے والد کے شریک رہے، ۵۰۵ھ میں جب انہوں نے اصفہان کا سفر کیا تو یہ بھی ہمراہ تھے اور ۵۳۷ھ میں خود تنہا بغداد گئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد بہت سے استادوں سے علم حاصل کیا، منجملہ ان کے مکی ابن المنصور الکرخی، ابومحمد نووی، اور ابوبکر احمد بن محمد ابن الحویہ بھی ہیں، اور بعض دوسرے محدثین سے اجازت حاصل کی ہے، کتاب فردوس کی ترتیب اس وضع پر انہوں نے کی اور سندوں کو بڑی محنت سے فراہم کیا، جب یہ منقح اور مہذب ہو چکی تو ان کے بیٹے ابومسلم احمد بن شہردار دیلمی اور ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت کی، ۵۵۸ھ میں شہردار دیلمی کا انتقال ہو گیا، اس خاندان کا نسب فیروز دیلمی تک پہنچتا ہے، جو صحابی تھے اور اسود عنسی (کذاب) کے قاتل تھے، ان کے بارے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فاز فیروز (فیروز کامیاب ہوئے) فرمایا تھا''۔[۱۰۰]

جب فردوس دیلمی کا یہ نسخہ منقح اور مہذب کیا ہوا ہے تو فضائل واعمال میں اس کی احادیث قابل قبول ہیں۔ایک اور افسوس ناک بات بھی ہے۔احقر نے یہ بات ایک معاصر عالم سے سنی کہ ''میں نے امام دیلمی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الفردوس'' سعودی عرب سے اسی لئے خریدی کہ اس میں انگلیوں کے پورے چومنے والی حدیث ہے، مگر افسوس کہ مرتبین اور شائع کرنیوالوں نے وہ حدیث نکال دی ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی نذیر حسین دہلوی آگے لکھتے ہیں!

''اور شیخ زادہ شارح وقایہ کا لکھنا اور فتاویٰ میں ذکر آنا اس کا معتبر اور مقبول نہیں، جب تک حدیث آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین کبار مثل صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ اور مسند دارمی اور مسند شافعی ومسند ابوداؤد والطیالسی ومسند امام اعظم ومسند امام احمد ومسند ابویعلی موصلی ومسند ابوعوانہ وسنن کبریٰ بیہقی کہ دس جلد میں ہے ومسند مسلم وسنن سعید بن منصور ومصنف عبدالرزاق ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ میں راویان ثقات معتبرین سے نہ پائی جاوے قابل تمسک اور عمل کے نہیں، جیسا کہ کتب اصول حدیث وغیرہ میں مذکور ہے، اور ظاہر ہے کہ حدیث تقبیل العینین کی کتب مذکورہ بالا میں منقول ومذکور نہیں ہیں، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری مسند میں نہ پائی جاوے، وہ حدیث قابل حجت کے نہیں، اور مدار حدیث کا اوپر نقل محدثین نقاد کی کتب معتبر معمول بہ میں ہے کہ صدر اول سے لے کر آخر تک مشہور ہوئی ہو، اور حدیث تقبیل العینین کی صدر اول اور ثانی اور ثالث میں نہیں پائی گئی، اگر پائی جاتی تو محدثین کی کتب مرقومہ بالا میں مذکور ہوتی، اور مسند رویانی میں بھی اکثر واہیات مذکور ہیں، جیسے کہ موضوعات کبیر وتذکرہ نور الدین سے واضح ہوتا ہے، و جناب مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ دررسالہ عجالہ نافعہ می فرمایند کہ!(ترجمہ درحاشیہ)

''شاہ عبدالعزیز'' عجالہ نافعہ'' میں فرماتے ہیں، قبول حدیث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نقادان حدیث اس کتاب کو معتبر سمجھیں اور صاحب کتاب کے حدیث کے متعلق فیصلہ کو صحیح سمجھیں، فقہاء اس سے تمسک کریں اور کوئی اختلاف وانکار نہ کریں، چوتھے طبقہ کی وہ حدیثیں ہیں جن کا قرون اولیٰ میں نام ونشان نہ تھا، اور پچھلے لوگوں نے ان کو روایت کیا، یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو سلف صالحین کو اس کا کوئی

اصل نہ ملا کہ ان کی روایت میں مشغول ہوتے، یا اگر کوئی اصل ملا تو اس میں ایسی علتیں دیکھیں کہ ان کو چھوڑ دیا، دونوں صورتوں میں یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں، اور اس قسم کی حدیثیں کئی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جن میں سے ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور حاکم وفردوس دیلمی کی تصانیف ہیں'' [۱۰۱]

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ ''شیخ زادہ اور شارح وقایہ کا لکھنا اور فتاویٰ میں ذکر آنا اس کا معتبر اور مقبول نہیں'' اب فتاویٰ نذیریہ میں وہ سوال ہی درج نہیں جس میں شیخ زادہ اور شارح وقایہ کی عبارت ہو، لہٰذا مولوی نذیر حسین کے فتویٰ کے اگلے حصہ پر بات کرتے ہیں، مولوی صاحب کی اگلی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث مشہور و معتبر کتابوں میں درج ہو وہی قابل عمل ہے اور جو حدیث غیر مشہور کتابوں میں ہو قابل عمل نہیں ہے، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے امام دیلمی کی کتاب ''فردوس'' کو طبقہ اربعہ (چوتھے طبقہ) کی کتابوں میں شمار کیا ہے اور اس طبقہ کی احادیث قابل اعتماد نہیں۔ مولوی نذیر حسین کے فتویٰ کا اگلا حصہ ہماری بحث سے متعلقہ نہیں اس میں مٹی کے ڈھیلوں پر قل ہو اللہ پڑھ کر قبر میں رکھنے کے متعلق بحث ہے فتاویٰ نذیریہ کے اگلے صفحہ ۲۴۵ پر یہ فتویٰ ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا ہم اپنے متعلقہ حصہ کی عبارت کا ہی جواب دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو محدث حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی شافعی ہمدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۵۰۹ھ) نے اپنی کتاب ''فردوس الاخبار'' میں روایت کیا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''عجالہ نافعہ'' میں فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتاب ''فردوس دیلمی'' یہ طبقہ رابعہ کی کتاب ہے (یعنی احادیث کی کتابوں میں یہ کتاب چوتھے درجہ کی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے) اس کی حدیثیں اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ عمل (یعنی عقائد و احکام) کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔[۱۰۲]

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (پ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء۔ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں کتب احادیث کے طبقات لکھے، آپ سے پہلے کسی عالم دین نے کتب احادیث کو طبقات میں تقسیم نہیں کیا، یہ لوگ غیر مقلد کہلانے کے باوجود اتنی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ مکھی پہ مکھی مارتے چلے جاتے ہیں، حق بات یہ ہے کہ حدیث کی صحت کا دار و مدار راویان حدیث پر ہے نہ کہ طبقات کتب حدیث پر، کسی حدیث کے راوی معتبر ہوں تو وہ حدیث کسی بھی کتاب میں ہو، معتبر ہوگی۔ مولوی نذیر حسین دہلوی نے جو یہ لکھا ہے کہ جو

حدیث مشہور کتابوں میں نہ ہو وہ معتبر نہیں، مولوی صاحب کی یہ بات درست نہیں، غیر مقلدین نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، یہ ضعیف حدیث کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں درج ہے، کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' عام لوگوں میں مشہور نہیں ہے، مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی اپنے فتویٰ میں جن کتابوں کے نام لکھے ہیں، ان میں بھی اس کتاب کا نام نہیں لکھا، تو پھر غیر مقلدین اس حدیث پر عمل کیوں کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا، اس حدیث کے ضعیف یا موضوع ہونے کی علامت نہیں، ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ حدیثوں کے اختلاط وعدم بیان کی وجہ سے جمہور محدثین کی عادت ہے کہ وہ ضعف قلیل کا احتمال کہہ دیتے ہیں، لہذا غیر ناقد کو کلمات ناقدین کے مطالعہ کے بغیر ان احادیث سے عقائد واحکام کے مسائل بیان نہیں کرنے چاہئیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول!

''ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ دراثباتِ عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود'' [۱۰۳]

ترجمہ۔ یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ وعمل میں استدلال کیا جاسکے۔

کا یہی مطلب ہے، کیونکہ حضرت شاہ صاحب اسی بحث میں آگے چل کر فرماتے ہیں!

''واستنباطِ احکام از آنہا لاطائل می نمایند'' [۱۰۴]

ترجمہ۔ ان سے احکام کا استنباط کرنا مفید کام نہیں۔

خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ وعمل یعنی احکام کا انکار فرمارہے ہیں اور شاہ صاحب کی یہ بات ان احادیث کے فضائل اعمال میں قابل قبول ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فضائل کے بارے میں کسی ضعیف حدیث سے استناد کرنا کسی عقیدہ یا عمل کے لئے استدلال کرنا نہیں ہے، شاہ صاحب کی اس بات کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض کم علم لوگ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی عبارت میں ''عقیدہ وعمل'' کے الفاظ دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ جناب! شاہ صاحب عقیدہ کے ساتھ عمل کا نام بھی لے رہے ہیں اور تم یہ عمل ہی کرتے ہو اور کیا کرتے ہو؟۔

عقیدہ وعمل میں، عمل سے احکام ہی مراد ہیں جیسے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی اپنی وضاحت اوپر گزر چکی ہے، شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی احادیث سے عقائد اور حلال حرام وغیرہ کے مسائل میں استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ عقائد واحکام میں تو صحیح احادیث ہی کام دیتی ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے خطیب بغدادی اور ابو نعیم کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔[۱۰۵]

شاہ صاحب ''بستان المحدثین'' میں امام ابو نعیم کی نسبت فرماتے ہیں!

''از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ'' [۱۰۶]

ترجمہ۔ ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادرات میں سے ہے، جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

بستان المحدثین میں خطیب بغداد (متوفی ۴۶۳ھ) کی تصانیف کے متعلق لکھتے ہیں!

''کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود'' [۱۰۷]

ترجمہ۔ خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔

بستان المحدثین ہی میں تصانیف امام خطیب بغدادی کے بارے میں لکھتے ہیں!

''التصانیف المفیدۃ التی بضاعۃ المحدثین و عمدتہم فی فنہم'' [۱۰۸]

ترجمہ۔ فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے لئے سرمایۂ معلومات کا کام دیتی ہیں۔

دیکھئے کہاں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ان طبقہ اربعہ کی کتابوں سے یہ حسن اعتقاد اور کہاں مولوی نذیر حسین دہلوی کا حضرت شاہ صاحب کے کلام کا غلط مطلب نکالنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اسی طبقہ رابعہ کے نسبت لکھتے ہیں!

''اصلح ھذہ الطبقۃ ما کان ضعیفا متحملا'' [۱۰۹]

ترجمہ۔ یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعف قلیل والی حدیثیں فضائل میں بالاجماع مقبول کافی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا یہ حکم بھی انفرادی ہے ورنہ ان میں بھی بہت سی احادیث صحیح و حسن ملیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' میں لکھتے ہیں!

''جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء

نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا، لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ تھیں، جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا، ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور تامل کر کے موضوعات کو حسن لغیرہٖ سے ممتاز کر دیں گے، جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرق ِ حدیث کو جمع کیا تا کہ حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں، دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا، اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا اور حکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہٖ ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا، خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے''۔[۱۱۰]

دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے کیسی تصریح فرمائی۔ ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف متحمل حدیثیں ہیں بلکہ حسن لغیرہٖ احادیث بھی موجود ہیں، جو کہ بلا شبہ خود احکام میں حجت ہیں، اور فضائل میں معتبر ہونے میں شبہ کی کیا بات ہو سکتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں ''تفسیر عزیزی'' اور ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں طبقہ رابعہ کی احادیث سے استدلال کیا ہے، اب یا تو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ معاذ اللہ خود اپنا کلام نہ سمجھے یا یہ خوف خدا سے بے خوف معترضین تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل قرار دے حضرت شاہ صاحب کے سر تھونپ رہے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی میں آخر سورۃ فاتحہ میں لکھتے ہیں!

فارسی سے ترجمہ۔ ''ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے''۔[۱۱۱]

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو الشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم جن کی کتابیں طبقہ اربعہ میں شمار ہیں سے

تفسیر عزیزی میں مذکور ہیں۔مزید لکھتے ہیں!

فارسی سے ترجمہ۔''ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ''۔[۱۱۲]

تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ، ذکر بعض خواص سور وآیات میں ہے!

فارسی سے ترجمہ۔''ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا''۔[۱۱۳]

تفسیر عزیزی ہی میں ہے!

''ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث''۔[۱۱۴]

تفسیر عزیزی آخر سورۃ واللیل میں ہے!

''حافظ خطیب بغدادی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا، اس کی شفاعت روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی طرح ہوگی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے''۔[۱۱۵]

تفسیر عزیزی ہی میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ بحق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول ہونے کا واقعہ طبرانی معجم صغیر، حاکم، ابونعیم، اور بیہقی کے حوالے سے درج ہے۔[۱۱۶]

ان حوالوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ابونعیم، دیلمی، ابن جریر، خطیب بغدادی، ابو شیخ، ابن نجار سے روایات نقل کی ہیں، جب کہ ان حضرات کی کتابیں طبقہ اربعہ میں شمار کی گئی ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت شاہ

عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے نزدیک فضائل اعمال میں طبقہ اربعہ کی احادیث قابل قبول ہیں مگر عقائد واحکام میں نہیں، جیسا کہ انہوں نے خود اپنی کتاب ''عجالہ نافعہ'' میں وضاحت کردی ہے۔

فتاویٰ نذیریہ میں اسی مسئلہ پر دوسرے فتوے کا سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں!

سوال۔بعض لوگ ناواقف علم حدیث جن کو صحیح اور سقیم اور ضعیف اور موضوع اور غیر موضوع میں کچھ امتیاز نہیں ہے، مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور اس فعل کو چند احادیث کتب طبقہ رابعہ سے حجت لا کر سنت جانتے ہیں، اس باب میں کتب معتبرہ سے جو صاف صاف حکم ہو ارشاد فرماویں، بینوا توجروا۔

الجواب۔اس مقدمہ مذکور میں جتنی حدیثیں کہ مذکور ہیں، ان میں سے ایک بھی صحیح وثابت نہیں، اور نہ ان کا کسی معتمد کتاب میں پتہ ونشان پایا جاتا ہے، محققین ونقاد احادیث نے ان سب احادیث میں کلام کر کے تصریح غیر صحیح اور موضوع ہونے کی کردی ہے، تفصیل اس اجمال اور تشریح اس مقال کی یہ ہے کہ اول تو یہ سب حدیثیں کتب احادیث طبقہ رابعہ سے ہیں، اور اس طبقہ کی احادیث اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ اور عمل کے ثابت کرنے میں ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان کو متمسک بہ ٹھہرایا جاوے، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ عجالہ نافعہ میں ارشاد فرماتے ہیں!

''طبقہ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نہ بود ومتاخرین آنرا روایت کردہ اند، پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند آنہا را اصلے نہ یافتند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و دران قدحے وعلتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک روایت آنہا وعلی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عمل بآنہا کردہ شود'' انتہی کذا فی بصارۃ العینین۔

(ترجمہ) چوتھے طبقہ کی وہ حدیثیں ہیں جن کا پہلے زمانہ میں نام ونشان نہ تھا اور متاخرین نے ان کو روایت کیا ہے، ان کا حال دو حیثیتوں سے خالی نہیں ہے، یا تو سلف نے ان کو پرکھا اور ان کا کوئی اصل نہ مل سکا کہ ان کی روایت کرتے، یا کوئی اصل تو تھا لیکن ان میں ایسے نقص دیکھے کہ ان کو چھوڑ دینا ہی مناسب معلوم ہوا، بہرحال وہ حدیثیں کسی طرح بھی اس قابل نہ تھیں کہ ان پر عقیدہ وعمل کی بنیاد رکھی

جاتی۔انتہی کذافی بصارۃ العینین۔[۱۱۷]

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب کے اس فتوے میں پہلے تو سوال ہی میں جھوٹا الزام ہے کہ انگوٹھے چومنے والے اسے سنت جانتے ہیں، اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اہل سنت اس فعل کو نہ فرض جانتے ہیں، نہ واجب جانتے ہیں اور نہ سنت جانتے ہیں، صرف مستحب جانتے ہیں جس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں، اگر کوئی کرے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم کرنے کا ثواب ملے گا، فتویٰ نویسی اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ مولوی نذیر حسین کو چاہئے تھا کہ اہل سنت کے مسلک کی وضاحت کرتے لیکن مولوی صاحب اور ان کے ماننے والے کبھی بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ یا علمائے اہل سنت کی کتابوں کو ہاتھ لگانا تو در کنار کبھی ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں، مطالعہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

اب آیئے مولوی صاحب کے جواب کی طرف، مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں ایک بھی صحیح وثابت نہیں اور نہ ان کا کسی معتمد کتاب میں نام ونشان ہے، محققین اور ناقدین نے ان کے غیر صحیح اور موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ مولوی صاحب بتائیں کہ ہم مسلک بتائیں کہ کون سے محدثین نے یہ حدیثیں لکھ کر ان کو موضوع کہا ہے، لایصح تو کہا مگر کسی نے موضوع نہیں کہا، ان میں غیر مقلدین کے امام شوکانی اور ناصر البانی دمشقی بھی ہیں، مولوی صاحب، شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی کتاب عجالہ نافعہ کے حوالے سے آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیثیں طبقہ رابعہ سے ہیں اور یہ اس قابل نہیں کہ اس طبقہ کی احادیث پر عقیدہ وعمل ثابت کرنے میں اعتماد کیا جائے۔اس اعتراض کا مفصل جواب آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، مولوی نذیر حسین دہلوی نے یہ جواب مولوی بشیر الدین قنوجی غیر مقلد کی کتاب ''بصارۃ العینین'' سے نقل کیا ہے، جیسا کہ فتوے میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی عبارت کے بعد ''کذافی بصارۃ العینین'' لکھا ہے، جو کہ جعلی عبارتیں گھڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔مولوی نذیر حسین فتویٰ میں مسلسل آگے لکھتے ہیں!

''دوسرے یہ کہ علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن وجیہ الدین عبدالرحمٰن سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور شیخ الاسلام مترجم بخاری اور حسن بن علی ہندی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور محمد طاہر فتنی حنفی نے ان احادیث کو لایصح لکھا ہے اور لفظ لایصح کا بمعنی ثابت نہ ہونے کے آتا ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے قولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ھو اخبار عن

عـدم الثبـوت انتہی یعنی قول ہمارا لایصح نہیں لازم آتا ہے اس سے اثبات نہ ہونے کا، اور نہیں ہے وہ قول مگر خبر دیتا ہے نہ ثابت ہونے سے''۔[۱۱۸]

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں ہے کہ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور شیخ الاسلام مترجم بخاری، حسن بن علی ہندی (غالباً مولوی حسن علی لکھنوی غیر مقلد) ابن ربیع شافعی، زرقانی مالکی، محمد طاہر فتنی حنفی نے ان احادیث کو لایصح لکھا ہے۔ تو عرض ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ لایصح ہی لکھا ہے موضوع تو نہیں لکھا۔

اسی مذکورہ عبارت میں آگے لکھتے ہیں کہ ''اور لفظ لایصح کا بمعنے ثابت نہ ہونے کے آتا ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے **قولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم و انما هو اخبار عن عدم الثبوت** انتہی یعنی قول ہمارا لایصح نہیں لازم آتا ہے اس سے اثبات نہ ہونے کا، اور نہیں ہے وہ قول مگر خبر دیتا ہے نہ ثابت ہونے سے۔

ہم سابقہ اوراق میں کتاب مجمع بحار الانوار سے علامہ طاہر محمد طاہر پٹنی کی مکمل عبارت اور اس کا ترجمہ نقل کر آئے ہیں، اس عبارت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ لم یصح یا لایصح کہنے کا مطلب نہیں کہ اس کا وجود ہی ثابت نہیں بلکہ اس کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ اس حدیث کا درجہ صحت پر ہونا ثابت نہیں۔ مولوی صاحب کو آسان مفہوم لکھنا چاہیئے تھا۔

آگے لکھتے ہیں!

''در فردوس از حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ آوردہ کہ وے چوں می شنید قول مؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وگفت ہم چنین و بوسید باطن انملہ دو انگشت سبابہ را و مسح کرد بدان دو چشم خود را پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے کہ بکند مانند تو شفاعت بر دو واجب شدہ و از حسن بن علی آرند ہر کہ بگوید نزد سماع این کلمہ از مؤذن مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ببوسد دو ابہام خود ماو بگرداند آنرا بر دو چشم خود نابینا و درد چشم نہ شود ہرگز صحیح نہ شدہ نزد محدثین چیزے ازاں انتہے''۔

ترجمہ۔ مسند فردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب وہ مؤذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سنتے تو اپنی دونوں سبابہ انگلیوں کے پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تیری طرح کرے گا، اس کے لئے شفاعت واجب ہو

جائے گی، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی مؤذن سے یہ کلمہ سن کر کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرے تو وہ کبھی نابینا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی اور محدثین کے نزدیک یہ دونوں روایتیں قطعاً ثابت نہیں ہیں۔[۱۱۹]

مولوی صاحب نے فتویٰ میں صرف شیخ الاسلام لکھا، یہ نہیں لکھا کہ یہ شیخ الاسلام مترجم بخاری کون ہیں، اور جو فارسی عبارت لکھی ہے، اس میں لفظ ہیں ''ہرگز صحیح نہ شدہ'' ترجمہ میں لکھا ''قطعاً ثابت نہیں'' بعض لوگ ''ثابت نہیں'' کے الفاظ دیکھ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ثابت نہیں سے مراد ہے کہ یہ حدیث ہی ثابت نہیں، تو قارئین یہ بات یاد رکھیں کہ ''ثابت نہیں'' سے مراد ''صحیح نہیں'' ہوتا ہے۔ بہ ہر حال اس عبارت سے یہی ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں، موضوع تو پھر بھی ثابت نہ ہوئیں۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور حسن بن علی ہندی صاحب سبیل الجنان نے تعلیقات مشکوۃ المصابیح میں لکھا ہے کل ما روی فی وضع الابهامین علی العینین عند سماع الشهادة من المؤذن لم یصح انتہی یعنی جو کچھ روایت کیا گیا ہے، مؤذن سے رکھنے انگوٹھوں میں آنکھوں پر وقت سننے کلمہ شہادت کے ثابت نہیں ہوا۔''[۱۲۰]

مولوی حسن بن علی ہندی غیر مقلد نے بغیر دلیل کے لکھ دیا کہ ثابت نہیں ہوا، بہ ہر حال موضوع ہونا ثابت نہ کر سکے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی آگے لکھتے ہیں!

''اور محمود احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں بیچ باب مایقول اذا سمع المنادی کے لکھا ہے یجب علی السامعین ترک عمل غیر الاجابة انتہی ملخصاً یعنی اذان کے سننے والوں پر ہر کام چھوڑ دینا اور جواب دینا واجب ہے، اور یہ بھی شرح مذکور کے اس باب میں لکھا ہے، ینبغی ان لا یتکلم السامع فی خلال الاذان والاقامة ولا یقرأ القرآن ولا یرد السلام ولا یشغل بشئی

من الاعمال سوی الاجابة انتہی ،یعنی لائق یہ ہے کہ نہ کلام کرے سننے والا درمیان اذان اور اقامة کے اور نہ پڑھے قرآن اور نہ سلام کرے اور نہ جواب سلام کا دے اور نہ مشغول ہو ساتھ کسی عمل کے سوا جواب دینے اذان کے"۔[۱۲۱]

علامہ عینی (پ۷۶۲ھ۔ف۸۵۵ھ) نے جو کچھ لکھا ہے کہ اذان سنتے وقت ہر کام چھوڑ کر اذان کا جواب دینا چاہیے ،اہل سنت کب اس کے منکر ہیں، انگوٹھے چومنے کے عمل کو فقہاء نے اذان کے جواب ہی میں شامل کیا ہے، جیسا کہ ابتداء میں ہم نقل کر آئے ہیں۔

مولوی نذیر حسین آگے لکھتے ہیں!

"اور محمد یعقوب بنانی نے خیر جاری شرح صحیح بخاری میں بعد نقل عبارت عینی کے لکھا ہے واعلم انه یستفاد من کلام العینی المذکور فیه منع وضع الابهامین علی العینین عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله یعنی جان تو تحقیق مستفاد ہوتا ہے کلام عینی سے جو یہاں مذکور ہے منع ہونا رکھنے انگوٹھوں کا آنکھوں پر بوقت سننے اشہد ان محمد رسول اللہ کے، اور علامہ ابو اسحاق بن عبد الجبار کابلی نے شرح رسالہ عبد السلام لاہوری میں لکھا ہے قد تکلموا فی احادیث وضع الابهامین علی العینین فلم یصح شئی منها بروایة ضعیفه ایضا صرح بعضهم بوضع کلها انتہی یعنی تحقیق کلام کیا ہے علمائے محدثین نے حدیثوں میں رکھنے انگوٹھوں کے آنکھوں پر، پس ثابت نہیں ہوا ہے کچھ ان میں سے ساتھ روایت ضعیفہ کے بھی اور اسی واسطے تصریح کی ہے بعض محدثین نے ساتھ موضوع ہونے کل ان احادیث کے، چنانچہ امام ابو الحسن عبد الغافر فارسی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم اور مجمع الغرائب نے کتاب اقوال الاکاذیب میں لکھا ہے، بعد نقل احادیث فردوس دیلمی کے جو اس باب میں وارد ہیں لکھا ہے والروایات فی هذا الباب کثیرة لا اصل لها بسند ضعیف ایضا وقال ابو نعیم الاصفهانی ماروء فی ذلک کله موضوع انتہی ،یعنی روایات چومنے انگوٹھے اور ان کے آنکھوں پر رکھنے کی بہت ہیں، مگر نہیں ہے کچھ اصل ان کی سند ضعیف سے بھی، اور فرمایا حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہ اس میں جو روایت کیا گیا ہے، سب موضوع ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے والحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل و جعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی الله علیه وسلم عن المؤذن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات انتہی، یعنی جو حدیثیں مؤذن سے کلمہ شہادت سننے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگلیاں چومنے اور پھر ان کے آنکھوں پر پھیرنے کے بارہ میں روایت کی گئی ہیں سب موضوع ہیں، اور ایسا ہی امام مذکور نے کتاب الدرة المنتشره فی احادیث المنتشرہ میں لکھا ہے، انتہی مافی بصارۃ العینین ملخصاً مختصراً۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ علمائے محدثین معتبرین کے نزدیک فعل مذکور ثابت وصحیح نہیں ہوا، اور کل احادیث جو اس باب میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں اور فعل مذکور ہرگز ہرگز سنت ومستحب نہیں ہے، بلکہ بدعت وممنوع ہے، چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اپنے فتویٰ میں ارقام فرماتے ہیں!

''دروقت اذان سوائے جواب کلمات اذان چیزے ثابت نہ شدہ ودروقت ذکر نام آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فرستادن درود بر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز چیزے دیگر ثابت نہ شدہ واین عمل را روے احادیث معتبرہ درزمانہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم وشمانہ خلفائے راشدین نبودہ، پس این عمل را بوقت اذان یا بوقت شنیدن نا، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت یا مستحب دانستہ کردن بدعت است وازین امر احتراز باید وآنچہ در بعضے کتب فقہ نویسند آن کتب چندان اعتبار ندارند انتہی بلفظہٖ ملخصاً۔

اور محدث لکھنوی مرزا حسن علی صاحب بھی اپنے فتویٰ میں اسی طرح لکھتے ہیں کہ ''این عمل ممنوع است، واز قبیل بدعت، وآنچہ درین باب حدیثے از جناب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم درعمل کردن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نقل کنند موضوع است کذا ذکرہ الشیخ جلال الدین السیوطی وغیرہ من المحدثین و بحسب روایات فقہ معتبرہ ہم اصلا ثبوت ندارد انتہی بلفظہ ہکذا فی بصارۃ العینین، واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ [۱۲۲]

فتاوی نذیریہ میں اس سے آگے بھی دوتین صفحوں پر ایک فتویٰ درج ہے مگر اس میں بھی یہی سابقہ حوالے دیئے گئے ہیں، لہذا اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اگر کسی وھابی دیوبندی میں جرأت ہے تو ان کتابوں کے یہ جھوٹے حوالے ثابت کرے، ورنہ آخرت کے عذاب سے ڈر کر مرنے سے پہلے اس جھوٹ سے توبہ کرلیں۔ خیر جاری شرح بخاری، شرح رسالہ عبدالسلام، اقوال الاکاذیب، تیسیر المقال، فتویٰ شاہ عبدالعزیز کتابیں کہاں ہیں؟ ان حوالوں کا عکس شائع کیوں نہیں کیا جاتا، امام سیوطی کی کتاب ''الدرۃ المنتشرہ'' تو عام دستیاب ہے، اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں، اس کے کون سے مطبع، کون سے صفحہ اور کون سی سطر پر یہ حوالہ لکھا ہے؟ ان ایک جیسی عبارتوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہیں، محدثین امام سخاوی، علامہ طاہر پٹنی، ملا علی قاری، فقہاء علامہ طحطاوی، علامہ شامی وغیرہ نے کہاں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ محدثین نے تو یہی لکھا کہ یہ حدیث درجہ صحت تک نہ پہنچی اور لکھا کہ اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں، اور لکھا کہ اس پر عمل کے لئے خلفائے راشدین کا عمل کافی ہے، فقہاء نے لکھا کہ یہ عمل مستحب ہے۔

مولوی بشیر الدین قنوجی کی جھوٹے حوالوں سے مزین کتاب ''بصارۃ العینین'' کے بعد دیوبندی وھابی مولوی مکھی پہ مکھی مارتے چلے گئے اور بغیر تحقیق کے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ درج کرتے رہے۔ یہی سارے حوالے مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی (سرگودھا، پاکستان) نے بغیر تحقیق کے اپنی کتاب خیر الکلام میں درج کردیئے اور ان کے جاہل حواری ان حوالوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری (۱۸۸۳ء۔۱۹۶۰ء) (شاگرد مولوی محمود حسن دیوبندی)، نماز کے موضوع پر اپنی کتاب ''عماد الدین'' میں اذان میں کلمہ اشہدان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کے متعلق لکھتے ہیں!

''یہ فعل خلاف سنت اور بدعت ہے''

''یہ تمام حدیثیں جھوٹی، من گھڑت اور وضعی ہیں ان میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لفظ بھی نہیں، علامہ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے والاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہٖ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشھادۃ کلھا موضوعات۔ مؤذن سے کلمہ شہادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کے بارہ میں جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں وہ سب کی سب موضوع یعنی بناوٹی ہیں۔

قاضی محمد حسین، ساکن اچرا ضلع مالوان نے ۱۲۷۱ھ میں ایک کتاب ''منجی المومنین'' کے نام سے لکھی

تھی جو ۱۳۰۰ھ میں لاہور میں طبع ہوکر شائع ہوئی، قاضی صاحب مرحوم اس کتاب میں بہت سے جلیل القدر علمائے ربانیین کے اقوال درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں!

امام شمس الدین سخاوی اور ابن طاہر فتنی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور حسن بن علی ہندی اور شیخ فتح محمد برہانپوری اور ملا علی قاری اور امام جلال الدین سیوطی اور ابواسحٰق کابلی اور ابوالحسن عبدالقاخر فارسی شارح صحیح مسلم اور شیخ الاسلام اور علامہ محمود بن احمد عینی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مرزا حسن علی لکھنوی وغیرہ محدثوں کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور انگوٹھے چومنا ممنوع اور غیر مشروع ہے اور جن فقہاء نے موضوع حدیثوں سے حجت پکڑ کر اس فعل کو جائز کیا ہے ان کا قول قابل اعتبار اور لائق التفات نہیں ہے۔[۱۲۳]

مولوی رفیق دلاوری نے بغیر قرآن وحدیث میں ممانعت کی دلیل کے لکھ دیا کہ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے، آخر اس فعل کے خلاف سنت اور بدعت ہونے پر کوئی ایک دلیل تو پیش کرنی چاہیے تھی، آگے پھر وہی امام جلال الدین سیوطی کی طرف منسوب جعلی کتاب کا جعلی حوالہ لکھ دیا، پھر ایک گمنام مولوی قاضی محمد حسین کی کتاب ''منجی المومنین'' سن تالیف ۱۲۷۱ھ سے وہی حوالے درج کیے جن کی حقیقت پہلے واضح ہوچکی ہے، ان جعلی حوالوں کے خالق مولوی بشیر الدین قنوجی ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے اور یہ کتاب ۱۲۷۱ھ میں لکھی گئی، یعنی یہ کتاب اسی دور کی پیداوار ہے، اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں جل بھن کر ویسے ہی جھوٹ بول دیا کہ امام سخاوی، ابن طاہر فتنی، ملا علی قاری، علامہ عینی وغیرہ کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ سب حدیثیں موضوع ہیں، کیا پوری دنیا میں کوئی دیوبندی ثابت کرسکتا ہے کہ ان علماء نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے؟۔ ایک حدیث کو من گھڑت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت حوالوں اور من گھڑت کتابوں کا سہارا لینا وہابیوں کا آخری سہارا ہے، کیا صرف حدیث گھڑنا جرم ہے، اچھی بھلی حدیث کو من گھڑت کہنا جرم نہیں؟۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار ہی وار سے پار ہے[۱۲۴]

مولوی محمد سرفراز خاں صفدر فاضل دیوبند (گوجرنوالہ، پاکستان) نے اپنی کتاب ''راہ سنت'' میں انگوٹھے

چومنے کی مخالفت میں جو کچھ لکھا ہے ان کی ابتدائی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ!

آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو پردۂ خفا میں ہو، مگر کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنے چاہئیں، اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے ہی محبت ہے تو اذان دینے والے کے منہ کو چومنا چاہیئے جس کے مبارک ہونٹوں اور زبان سے یہ مبارک نام نکلا ہے، اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ساتھ ہی رہتے ہیں، نہ تو ان سے آپ کا اسم گرامی صادر ہوتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے، جب اس فعل کا صحیح احادیث سے ثبوت ہی نہیں تو پھر اس کو کیسے دین کہا جا سکتا ہے اور کس طرح اس کو شعار دین بنانا درست ہے اور نہ کرنے والوں کو کیونکر ملامت کرنا روا ہے۔[۱۲۵]

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہم نے کب کہا ہے کہ یہ فعل صحیح حدیث سے ثابت ہے، رہی یہ بات کہ اذان دینے والے کے منہ کو کیوں نہیں چوما جاتا۔ مولوی صاحب کو پتہ ہے کہ ہم جس ضعیف حدیث سے انگوٹھے چومنے کا استدلال کرتے ہیں اُس میں موذن کا منہ چومنے کا کوئی ذکر نہیں، موذن کا منہ تو فرشتے چومتے ہیں جس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ادا ہوتا ہے، مولوی صاحب کے پاس منع کی کوئی دلیل تو ہے نہیں خوامخواہ ہم کو عورتوں والے کوسنے دے رہے ہیں، ہمارے فقہاء کرام نے کبھی بھی اس فعل کو شعار دین قرار نہیں دیا، انہوں نے اس فعل کو مستحب قرار دیا ہے، انہوں نے تارک فعل پر بھی کبھی ملامت نہیں کی، البتہ اس فعل کے استحباب کا انکار اصول فقہ وحدیث سے بے خبر ہونے کا مظاہرہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ ''ابر المقال'' میں لکھتے ہیں!

''اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی صحیح حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی، پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اُسے مسنون جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے ،وہ بے شک غلطی پر ہے''۔[۱۲۶]

اس کے بعد بھی مولوی صاحب میں نہ مانوں کا راگ الاپتے رہیں تو یہ مرض لا علاج ہے، مولوی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر چہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو، اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابل عمل نہ ہوگی، حافظ ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں!

وان کان ضعیفا لاید خل فی حیز الموضوع فان احدث شعاراً فی الدین منع منه وان لم یحدث فھو محل نظر (احکام الاحکام، ج ا ،ص ۵۱) یعنی اگر ضعیف حدیث ہو بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو، تو اس پر عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔

لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع اور جعلی نہ ہو، اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرالی گئی ہو، اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا، اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ و وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاس حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہوسکتی ہیں؟ اور علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں!

یجوز و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا (القول البدیع ص ۱۹۵) کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔

نیز لکھتے ہیں!

واما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال (ص ۱۹۶) بہر حال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائل اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں، اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت

میں عمل جائز نہیں ہے، نہ فضائل اعمال میں اور نہ ترغیب وترہیب وغیرہ میں، اب بقائمی ہوش وحواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں!

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی الله علیه وسلم عن المؤذن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات انتہی (تیسیر المقال للسیوطیؒ بحوالہ عمادالدین طبع ۱۹۷۸ء، ص۱۴۳) وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

لیجئے اب تو قصہ ہی ختم ہوگیا، مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی (۱۹۰۶-۱۹۷۱ء) کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہئے کہ ''الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اُڑ گئے ہیں اور حق واضح ہوگیا''۔(بلفظہٖ جاء الحق ص۳۸۴) پرخچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہوگیا ہے؟ عیاں راچہ بیاں'' [۱۲۷]

مولوی سرفراز خاں صاحب کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے موضوع نہ ہو۔

عرض ہے کہ انگوٹھے چومنے کی حدیث کا موضوع ہونا تو ثابت نہیں، لہٰذا یہ شرط تو ختم ہوگئی، اب اس پر عمل کرنے کے اور کیا شرطیں ہیں؟۔ وہ شرطیں مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب ''راہ سنت'' کے صفحہ ۲۴۱ پر امام سخاوی کی کتاب القول البدیع کے حوالے سے یہ نقل کی ہیں، پہلی شرط یہ کہ سخت ضعیف نہ ہو، یعنی اس میں کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب یا ایسا راوی نہ ہو جو زیادہ غلطی کا شکار رہا ہو۔

مولوی صاحب بتائیں کہ اس کا کون سا راوی کذاب ہے؟، اس کے کس راوی نے حدیث میں جھوٹ بولا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے، الحمد للہ مولوی صاحب کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔

دوسری شرط یہ نقل کی کہ وہ عام قاعدہ کے تحت درج ہو، اس سے وہ خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض

اختراع کی گئی ہو۔ جن محدثین نے یہ حدیث نقل کی ان میں سے کسی نہ لکھا کہ یہ اختراع کی گئی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کرلیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تاکہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہوجائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

اہل سنت کب کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے، علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ ملتان، ص ۷ پر یہی لکھا ہے۔ ہم تو اسے ضعیف ہی مانتے ہیں، کیونکہ یہ درجہ صحت پر فائز نہیں ہے، اور ضعیف فضائل میں مقبول ہے۔

آگے مولوی سرفراز صاحب نے حافظ ابن دقیق مالکی (پ ۶۲۵ھ۔ ف ۷۰۲ھ) علیہ الرحمہ کی عبارت لکھ کر کہا کہ "لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی، وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع نہ ہو"۔

تو جناب کسی محدث نے اسے موضوع نہیں کہا صرف لایصح یعنی یہ درجہ صحت کو نہ پہنچی کہا، تو اب آپ کے بقول یہ قابل عمل تو ہوگئی۔ الحمدللہ۔

پھر کہا کہ "اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرالی گئی ہو، اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا، اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاس حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہوسکتی ہیں؟۔" [۱۲۸]

منکرین جب دلائل سے عاجز ہوجاتے ہیں تو بہتان باندھتے ہیں کہ تم لوگوں نے اس عمل کو عقیدہ بنالیا ہے، اور جو یہ عمل نہ کرے اسے طعن کرتے ہو، وہابی کہتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اہل سنت پر یہ بہتان ہے، کبھی کسی نے دیکھا کہ اہل سنت اس مستحب عمل کے لئے بندوق لئے پھرتے ہوں کہ یہ عمل کرو، ورنہ تم کافر ہو، مشرک ہو، بدعتی ہو؟۔ ہاں منکرین نے حدیث سے ثابت اس عمل کو اپنی پرانی عادت کے مطابق دھونس دھاندلی سے بدعت اور موضوع کہا۔ اس عمل کو مستحب ماننا اہل سنت کا شعار ہے، جس طرح اس کو گناہ ماننا وہابیوں کا شعار ہے۔ کسی اہل سنت عالم دین نے اسے سنت نہیں کہا اور نہ ہی اس فعل کے کرنے کو حنفیت کا معیار قرار دیا، ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ علمائے اہل سنت اسے صرف مستحب کہتے ہیں،

مستحب پر عمل نہ کرنے والا گنہگار اور قابل ملامت نہیں، ہاں ایک جائز اور مستحب عمل کو خواہ مخواہ سینہ زوری اور جھوٹے حوالوں سے ناجائز کہنے والے ضرور قابل ملامت ہیں، گستاخ ہیں، وہابی ہیں کیونکہ ایسی جاہلانہ حرکتیں وہی کرتے ہیں۔ مولوی سرفراز صاحب کو ''وہابی'' کہلانے سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ اکابر علمائے دیوبند مولوی منظور نعمانی اور مولوی ذکریا سہارنپوری اپنے بارے میں بڑی صفائی سے کہتے ہیں کہ ہم بڑے سخت ''وہابی'' ہیں۔[۱۲۹]

مولوی سرفراز صاحب نے آگے امام سخاوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ لکھ کر کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز اور مستحب ہے مگر موضوع نہ ہو، پھر لکھا کہ ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں، محدثین نے اس کے لئے چند شرائط لکھی ہیں اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں، اب بقائمی ہوش وحواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔ اور آگے وہی موضوع اور جعلی حوالہ دیا کہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے کہ انگلیاں چومنے کی ساری حدیثیں موضوع اور جعلی ہیں، اب مولوی صاحب کے پاس اس بات کا ثبوت تو تھا نہیں لہذا اپنے ہی ہم مسلک کی کتاب ''عمادالدین'' (از مولوی رفیق دلاوری دیوبندی) کا حوالہ لکھ دیا، تحقیق کی دنیا میں ایسے جھوٹے حوالوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

جن محدثین نے انگوٹھے چومنے کی حدیث نقل کی ہے ان میں امام حافظ شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۰۲ھ ہے، علامہ شیخ ابن طاہر فتنی گجراتی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۸۶ھ ہے، ملا علی بن سلطان قاری الہروی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۰۱۴ھ ہے اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۱۱ھ ہے۔ حافظ شمس الدین سخاوی اور امام سیوطی ہم عصر ہیں، امام سخاوی نے اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں انگوٹھے چومنے کی تقریباً ساری روایتیں نقل کی ہیں، لیکن ایسی کوئی بات نہیں کی کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔ امام سخاوی کے بعد علامہ ابن طاہر نے کتاب تذکرۃ الموضوعات اور مجمع بحار الانوار میں انگوٹھے چومنے کی حدیث نقل کی لیکن اس حدیث کو موضوع نہیں کہا، ان کی وفات امام سخاوی اور امام سیوطی کے بعد ۹۸۶ھ میں ہوئی، گویا کہ ایک بزرگ سے ۸۴ سال بعد اور دوسرے بزرگ سے ۷۵ سال بعد علامہ ابن طاہر کی وفات ہوئی، تو ان کو تو ضرور چاہیئے تھا کہ اس حدیث کے متعلق اتنی اہم بات کو اپنی مشہور کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں نقل کرتے، مگر اس کتاب میں اس حدیث کے موضوع ہونے کا کہیں نشان نہیں ملتا، ان کے بعد ۱۰۱۴ھ میں ملا علی قاری کی وفات ہے یعنی علامہ ابن طاہر کی وفات کے ۲۸ سال بعد، آپ نے بھی اسی موضوع پر ایک کتاب

''موضوعات کبیر''لکھی، لیکن امام سیوطی کی وفات کے ۹۰۳ بعد تک بھی ملا علی قاری یا کسی اور محدث نے اس حدیث کو موضوع نہیں لکھا، غیر مقلدین کے امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب ''فوائد المجموعه فی بیان احادیث الموضوعه'' میں انگوٹھے چومنے کی حدیث لکھ کر صرف لا یصح کہا، کہیں بھی تیسیر المقال کا جعلی حوالہ نہیں دیا اور نہ اسے موضوع لکھا، مشہور غیر مقلد ناقد ناصر البانی دمشقی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے اسی موضوع پر کتاب ''سلسله احادیث الضیعیفه والموضوعه''لکھی، اس میں انگوٹھے چومنے کی حدیث بھی لکھی مگر اس میں صرف ضعیف ہی کہا، جعلی کتاب تیسیر المقال کے حوالے سے موضوع نہیں لکھا۔ بس یہ حوالہ پورے عالم اسلام میں قاضی بشیر الدین قنوجی یا مولوی رفیق دلاوری کو یا پھر مولوی سرفراز صفدر اور مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی کو ہی اپنے گھر میں ایک دوسرے سے ملا ہے۔

پھر یہ جھوٹا حوالہ لکھ کر کہتے ہیں کہ!

''لیجئے اب تو قصہ ہی ختم ہوگیا، مفتی احمد یار خان صاحب کو یہ الفاظ پر غور کرنا چاہئیے کہ ''الحمدللہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اڑ گئے اور حق واضح ہوگیا'' (بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۸۴)۔ پرخچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف واضح ہوگیا ہے؟ عیاں راچہ بیاں''۔

مولوی سرفراز صاحب نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ لکھ کر مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کا مذاق اڑایا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے اعتراض کے کیا پرخچے اڑانے تھے، ہم نے اپنے ہی ہم مسلک مولوی رفیق دلاوری کی کتاب سے بناوٹی حوالہ دے کر مفتی صاحب کی دلیل کے پرخچے اڑا دیئے، لہذا یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ حق کس کی طرف واضح ہوگیا ہے۔

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ کے دلائل تو اُسی طرح قائم ہیں اور حق تو صاف واضح ہے۔ مولوی سرفراز صاحب کی گوز شتر سے کسی کے کیا پرخچے اڑنے ہیں، مولوی سرفراز صاحب کے مضمون میں تان اسی پر ٹوٹتی ہے کہ امام جلال الدین نے تیسیر المقال میں لکھ دیا کہ انگوٹھے چومنے کی ساری حدیثیں جعلی اور موضوع ہیں، مولوی صاحب میں جرأت ہے تو قاضی بشیر الدین قنوجی کے گھڑے ہوئے اس جھوٹے حوالہ کو ثابت کردیں۔ ورنہ جھوٹ کے سہارا لے کر لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔

قاضی محمد یونس انور، خطیب مسجد شہداء، قائد اعظم روڈ (مال روڈ) لاہور اپنی جیبی سائز کتاب ''نماز مصطفےٰ ﷺ''

میں انگوٹھے چومنا کے عنوان سے حاشیہ میں لکھتے ہیں!

علامہ عینی حنفیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں ''اذان سننے والوں کو اجابت کے علاوہ سب کام چھوڑ دینے چاہئیں، علامہ یعقوب بنانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ علامہ عینی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا منع ہے۔ بحوالہ خیر الکلام ص۲۰، (نوٹ) انگوٹھے چومنے کے جواز میں جملہ روایات موضوع (من گھڑت) ہیں، علامہ شامی حنفیؒ فرماتے ہیں ''اس بارے میں جتنی مرفوع حدیثیں ہیں ایک بھی صحیح نہیں۔ شامی ص ۲۶۷۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں ''جن روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے کا ذکر ہے وہ سب کی سب موضوع و من گھڑت ہیں (تیسیر المقال)

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر ص ۱۰۸ اور المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۲۵ میں علامہ محمد بن طاہرؒ نے خلاصہ تذکرۃ الموضوعات بر حاشیہ المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۸ میں حافظ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ ص ۳۸۵ میں ان روایات کو موضوع (من گھڑت) لکھا ہے، علامہ اسحق کابلیؒ نے شرح عبدالسلام لاہوری میں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کا ثبوت کسی ضعیف روایت سے بھی نہیں ملتا، یہی وجہ ہے کہ علماء نے صاف کہہ دیا کہ یہ روایات من گھڑت ہیں (بحوالہ خیر الکلام ص ۲۲) [۱۳۰]

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیں کیا ان حوالوں میں وہی مکھی پر مکھی نہیں ماری گئی جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، محدثین نے کہاں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے جواز میں جملہ روایات موضوع (من گھڑت) ہیں؟ یہ اس لئے لکھ دیا گیا کہ قاضی محمد یونس انور لاہور میں ایک مشہور اور اہم جگہ کی مسجد کے خطیب ہیں اور وہاں بڑے بڑے لوگ اور آفیسر جمعہ پڑھنے آتے ہیں، لہذا یہ کب غلط لکھ سکتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کم علم یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جس میں انگوٹھے چومنے کا ذکر ہے، حدیث ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' اور علامہ محمد طاہر فتنی گجراتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں درج ہے، اگر یہ حدیث موضوع نہ ہوتی تو کتب موضوعات میں اس کو کیوں شامل کیا جاتا؟۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا درج ہونا اُس کے موضوع ہونے کے لئے لازمی نہیں، احادیث موضوعہ کے بیان میں جو کتابیں تالیف ہوئیں ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہیں جن کے مصنفین نے خاص موضوعات ہی کا التزام کیا ہے، جیسے ''موضوعات ابن جوزی'' و''اباطیل جوزقانی'' اور ''موضوعات صنعانی''، ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس کے مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو، ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں ذکر کیوں کرتے، پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے ورنہ تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف، ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسان وصحاح بھی بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگادیا ہے، جسے آئمہ محققین اور ناقدین نے دلائل کے ساتھ باطل کردیا، جس کا بیان کتاب ''مقدمه ابن الصلاح'' و''تقریب امام نووی'' و''الفیه امام زین الدین عراقی'' و''فتح المغیث'' از امام سخاوی وغیرہا کی تصانیف سے اجمالاً اور ''تدریب الراوی'' از علامہ جلال الدین سیوطی میں قدرے مفصل درج ہے، اور علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب ''تعقبات علی الموضوعات'' و''لآلی المصنوعه'' اور ''القول الحسن فی الذب عن السنن'' اور حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں نہایت تفصیل سے واضح اور روشن بیان ہے، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا کہ ابن جوزی نے اور تصانیف تو درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا۔

دوسری قسم وہ ہے جن کا قصد صرف موضوع احادیث درج کرنا نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح ہوتا ہے، جیسے امام سیوطی کی کتاب ''لآلی المصنوعه''۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ ''لآلی المصنوعه'' کے خطبہ میں فرماتے ہیں!

> (ترجمہ) ''ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ آئمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی، مدت سے میرے دل میں تھا کہ اس کا خلاصہ کروں اور اس کا حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا''۔[۱۳۱]

شوکانی کی کتاب ''فوائد مجموعہ '' بھی اسی دوسری قسم کی ہے، خود اس نے اسی کتاب کے خطبہ میں اس بارے میں تصریح کی ہے کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنھیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصل میں ضعف بھی نہیں، حسن ہیں یا صحیح ہیں تاکہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے۔ شوکانی نے یہ بات اپنی کتاب ''الفوائد المجموعہ ''مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۴ پر لکھی ہے، تو معترضین کا یہ کہنا کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات ''اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب '' موضوعات کبیر '' بھی قسم ثانی کی کتب میں شامل ہیں، علامہ محمد طاہر پٹنی اپنی کتاب میں ہر طرح کی حدیث لائے ہیں، کسی کو ''موضوع'' کہا ہے، کسی کو ''لم یدجد'' کسی کو ''منکر'' کسی کو ''لیس بثابت'' کسی کو ''لا یصح'' کسی کو ''ضعیف'' کسی کو ''مؤول'' کسی کو ''رجالہ ثقات'' کسی کو ''لا باس بہ'' کسی کو ''صححہ فلاں'' کسی کو ''صحیح'' فرماتے ہیں، انگوٹھے چومنے والی حدیث بھی انہیں میں سے ہے جسے ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح کہا۔ (ملخصاً منیر العین از امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ)

مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی اپنے فتاوٰی میں ایک حدیث کے متعلق ضعیف کہہ کر لکھا کہ ابن جوزی نے اسے ویسے ہی موضوع لکھ دیا۔ فتاوٰی نذیریہ، جلد اول، ص ۳۰۵

مذہبی خود کشی

منکرین کے پاس انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنے کی ممانعت میں کوئی دلیل تو ہے نہیں، جھوٹے حوالے گھڑ کر بغیر ثبوت کے کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور موضوع حدیث سے تو کسی طرح استدلال ہو ہی نہیں سکتا، اب ذرا آنکھیں کھلی رکھیے اور مذہبی خود کشی کی مثال ملاحظہ فرمایئے!

منکرین کے نزدیک مولوی اسماعیل دہلوی کا جو مقام ہے، وہ سب جانتے ہیں، ان کی کتابوں پڑھنا، رکھنا ان کے نزدیک عین اسلام ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی ایک چھوٹی سی کتاب ''اصول فقہ'' ہے، مولوی ابو یحیٰ امام خاں نوشہروی غیر مقلد اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں!

''اصول فقہ'' مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، صفحات ۳۶ (۱۸۹۵ء) میں طبع ہو چکا ہے، اس میں مسائل

فقہ گو نہ ایجاز واختصار کے ساتھ اس طرح جمع فرمائے ہیں جن سے بلا مبالغہ تشبیہ کہا جاسکتا ہے کہ دریا کوزہ میں بند کردیا ہے، اور اپنے ان صفات کے اعتبار سے، اصول شاشی، منار اور حسامی کے متون سے زیادہ مفید وانفع ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مدارس عربیہ میں بطور نصاب داخل ہے۔[۱۳۲]

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''اصول فقہ'' میں لکھتے ہیں!

''والموضوع لایثبت شیًا من الاحکام نعم قد یوخذ فی فضائل ماثبت فضله بغیره تائیدا او تفضیلا''۔[۱۳۳]

ترجمہ۔اور موضوع حدیث سے احکام میں سے کچھ ثابت نہ ہوگا، ہاں فضائل میں اس کو (حجت) پکڑا جائے گا، جو فضیلت کہ اس کے بغیر کسی اور دلیل سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائیداً یا تفضیلاً کے طور پر حجت پکڑی جائے گی۔

ایک طرف تو سینہ زوری سے جھوٹ بول کر انگوٹھے چومنے کی احادیث کو موضوع کہا جارہا ہے اور یہ تأثر دیا جارہا ہے کہ موضوع حدیث سے ایسے بچہ جیسے جھوٹ کی بنا پر ... پایا جاتا ہے، دوسری طرف ان کے امام فرمارہے ہیں کہ فضائل میں اس کو حجت پکڑا جائے اور تائیداً موضوع حدیث سے دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔مولوی اسماعیل دہلوی نے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر کر خودکشی پر مجبور کردیا۔

انگوٹھے چومنے کی تائید علمائے دیوبند کے قلم سے

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی آخری تصنیف ''بوادر النوادر'' میں مقاصد حسنہ از امام سخاوی سے انگوٹھے چومنے کی احادیث بیان کر کے لکھتے ہیں!

''اگر یہ عمل باعتقاد وثواب اور دین کا کام سمجھ کر کیا جاوے جس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادت فی الدین ہے (کیونکہ غیر دین کو دین سمجھنے کا یہی حکم ہے) اور اس زمانہ میں جو لوگ یہ عمل کرتے ہیں ان میں اکثر کا (عام طور سے) یہی اعتقاد ہے، سو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر صحت بدنیہ (یعنی حفاظت چشم) کی نیت سے کیا جاوے وہ ایک قسم کی طبی تدبیر ہے، سو وہ فی نفسہ جائز ہے (کیونکہ یہ اعتقاد فاسد نہیں) لیکن اگر یہ سبب ہو جائے ایہام قربت کا جیسا عوام زمانہ سے یہی

احتمال غالب ہے تو اس سے مطلقاً بطور انتظام منع"۔[۱۳۴]

مولوی اشرف علی تھانوی کی تحریر سے یہ بات سامنے آئی کہ عقیدہ اور احکام میں یہ احادیث کام نہیں دیتیں، اگر یہ عمل باعتقاد اور دین کا کام سمجھ کر کیا جائے تو یہ بدعت ہے، ہم گذشتہ صفحات میں یہ واضح کر آئے ہیں کہ ان احادیث سے عقیدہ واحکام میں نہیں بلکہ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز وثابت ہے، تھانوی صاحب کو جب اہل سنت کے موقف کا ہی علم نہیں تو اپنی طرف سے مسلمانوں پر بدگمانی کا کیا جواز ہے؟ جو کہ اسلام میں منع ہے۔ ذوالخویصرہ والی پرانی بیماری کی وجہ سے فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ان احادیث پر دل نہیں مانا لیکن اسے صرف آنکھوں کے حفاظت کی طبی تدبیر مان لیا، چلو یہ ہی سہی، مگر اس پر عمل کہاں؟۔ محدثین جنہوں نے اس بارے میں احادیث نقل کی ہیں، ان کے دور میں بھی، ان سے پہلے بھی ان پر عمل ہوتا تھا، جیسا کہ علامہ ابن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اس کے تجربہ کی روایت بکثرت آئی ہیں، لیکن انہوں نے عوام کے عمل پر اعتقاد کا شک نہیں کیا، اور نہ عوام کو اس عمل سے روکا، نہ بدعت کا فتویٰ دیا اور نہ ہی کوئی بدگمانی کی، پتہ نہیں منکرین کے دل میں کس سے بخار ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی دیوبندی (ولادت ۱۹۴۳ء) اپنی کتاب "بدعت ایک سنگین گناہ" میں "انگوٹھے چومنا کیوں بدعت ہے؟" کا عنوان دے کر لکھتے ہیں!

> "آپ نے مسجد سے اذان سنی، اور اذان کے اندر جب "اشھد ان محمداً رسول اللہ" سنا، آپ کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا داعیہ پیدا ہوا، اور محبت سے بے اختیار ہو کر آپ نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگالئے تو بذات خود یہ عمل کوئی گناہ اور بدعت نہیں، اس لئے کہ اس نے یہ عمل بے اختیار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کیا، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت ایک قابل تعریف چیز ہے اور ایمان کی علامت ہے، اور انشاءاللہ اسی محبت پر اجروثواب ملے گا، لیکن اگر کوئی شخص ساری دنیا کے لوگوں سے یہ کہنا شروع کردے کہ جب کبھی اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ" پڑھا جائے، تو تم سب اس وقت اپنے انگوٹھوں کو چوما کرو اس لئے کہ اس وقت انگوٹھوں کو چومنا مستحب یا سنت ہے اور جو شخص انگوٹھوں کو نہ چومے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا نہیں ہے، تو وہی عمل جو محبت کے جذبے سے بالکل جائز تھا اب بدعت بن گیا۔ اس میں باریک فرق ہے کہ

اگر یہ جائز عمل صحیح جذبے سے کیا جارہا ہے اوراس میں خودساختہ کوئی قید نہیں ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔
جب اسی عمل کو اپنے اوپر لازم کرلیا، یا اس کو سنت سمجھ لیا، اوراگر کوئی دوسرا شخص وہ عمل نہ کرے تو اس کو
مطعون کرنا شروع کردیا، بس وہی عمل بدعت بن جائے گا''۔[۱۳۵]

محمد تقی عثمانی صاحب نے یکسر بات ہی بدل دی کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بے اختیار کوئی عمل کرے تو اس کو اجر ملے گا، لیکن وہ اس عمل کے لئے لوگوں کو کہے کہ یہ عمل سنت یا مستحب ہے اوراسے نہ کرنے والا گستاخ ہے تو اس کا یہ عمل بدعت ہوجائے گا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں ضعیف حدیث موجود ہے، اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے، انگوٹھے چومنے کو فرض، واجب اور سنت نہیں کہا جاتا ہے، فقہاء نے اسے مستحب لکھا ہے جیسا کہ سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں، علمائے دیوبند نے بھی اسے مستحب ہی لکھا ہے، اس کے بارے حوالے آگے آرہے ہیں، اس پر عمل نہ کرنے والوں کو مطعون بھی نہیں کیا جاتا، بلکہ جھگڑا تو اس بات کا ہے کہ ایک عمل جائز طریقے سے ثابت ہے، پھر اسے ناجائز طریقوں اور جھوٹے حوالوں سے بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟ تقی عثمانی صاحب کو اس بارے میں بات کرنی چاہیئے تھی لیکن انہوں نے اور داؤ کھیلا اور اصل مسئلے کی طرف آئے ہی نہیں، چلو حدیث شریف کی طرف سے آنکھیں پھیر کر محبت میں انگوٹھے چومنا تو مان ہی لیا۔

مولوی پالن حقانی گجراتی کاٹھیاواڑی دیوبندی اپنی بے ربط کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں لکھتے ہیں!
''(انگوٹھے چومنے) کے لئے لڑائی جھگڑا کرنا یا کرانا اور لوگوں کو انگوٹھے چومنے پر مجبور کرنا اور انگوٹھے نہ چومنے والوں کو حقیر نظروں سے دیکھنا، یا اسلام سے خارج سمجھنا اسلام کے سراسر خلاف ہے''۔[۱۳۶]

پالن حقانی صاحب کو انگوٹھے چومنے کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملی تو انہوں نے اہل سنت پر جھوٹے الزام تراش دیئے، ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے، اگر یہ جواب برا لگے تو پالن حقانی صاحب کو چاہیئے کہ یہ الزام اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کردیں۔

پالن حقانی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا سنت یا واجب یا فرض نہیں ہے بلکہ آپ اس کو درجہ بھی دیں گے تو مستحب، مستحسن یا مباح کے سوا کچھ بھی نہیں دے سکتے اور جس مباح کا یہ حال ہو کہ سنت، واجب اور فرض تو بر سر عام ترک ہو رہے ہوں لیکن اس مباح کو چھوڑنا سنت، واجب اور فرض سے بھی زیادہ برا سمجھتے ہوں تو اس وقت اس مباح پر عمل کرنے کے لئے ہمارے علمائے حنفیہ کا فتویٰ سنیئے، جس مباح کو سنت یا واجب سمجھ لیا جائے وہ مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری۔'' [۱۳۷]

اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب پالن حقانی صاحب نے خود ہی انگوٹھے چومنے کو مستحب، مستحسن اور مباح مان لیا ہے تو باقی ساری تقریر ان کی فضول ہے، کیا سارے دیوبندی سنت، واجب اور فرائض پر کاربند ہیں، کیا وہ نمازوں کے تارک نہیں؟، کیا وہ دفتروں میں رشوت نہیں لیتے؟، کیا شادی بیاہ کی رسموں اور دوسرے مباح کاموں کو فرائض وسنن سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے؟۔

پالن حقانی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کی جو حدیث ہے وہ بناوٹی ہے لیکن صحیح حدیثوں پر کچھ غور اور فکر نہیں کرتے جن سے درود شریف کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے''۔ [۱۳۸]

اس کے جواب میں عرض ہے کہ پالن حقانی صاحب کے نزدیک جب یہ حدیث بناوٹی ہے تو انگوٹھے چومنا مستحب، مستحسن اور مباح کیسے ہو گیا؟ اسے تو بدعت اور ممنوع ہونا چاہیئے۔ ہمیں انتظار رہے گا کہ پالن حقانی یا علمائے دیوبند اس گھتی کو سلجھائیں گے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ صحیح حدیثوں پر کچھ غور فکر نہیں کرتے جن سے درود شریف پڑھنا ثابت ہے۔ تو عرض ہے کہ پالن حقانی صاحب کو حنفی مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ احناف کا صحیح مذہب کیا ہے۔ مذہب حنفی کی معتبر کتاب ''شامی'' کے متعلق دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک واقعہ کتاب ''ارواح ثلاثہ (حکایات اولیاء) میں اس طرح درج ہے

کہ انہوں نے مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی کو کہا فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو! مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے نہیں، فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، لاؤ شامی اٹھاؤ، شامی لائی گئی ...... شامی

کے دو ثلث اوراق دائیں جانب کر کے اور ایک ثلث بائیں جانب کر کے اس انداز سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا کہ بائیں طرف کے صفحے پر نیچے کی جانب دیکھو، دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصے میں موجود تھا۔

[۱۳۹]

اس حوالے کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شامی ان کے ہاں مانی ہوئی فتوے کی کتاب ہے تبھی تو زبانی یاد کر رکھی ہے، اسی شامی میں لکھا ہے!

''پہلی شہادت سن کر صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت سن کر قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے، پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے **اللھم متعنی بالسمع والبصر** ، ایسا کرنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے''۔[۱۴۰]

حنفی مذہب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے کے اسی طریقے پر ہم کاربند ہیں، اس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے اور انگوٹھے چومنے کی بھی، لہذا پالن حقانی صاحب کا یہ اعتراض بھی ختم ہو گیا کہ انگوٹھے چومنے کی بجائے درود شریف پڑھنا چاہیئے۔

مفتی عبدالرشید دیوبندی، مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی لکھتے ہیں!

''انگوٹھے چومنا۔ اگر اس کو بطور رقیہ عمل کوئی کرے تو گنجائش ہے اور شاید ابتداء اس کی اسی طرح سے ہوئی ہو۔ ھذا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)۔

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سجاد بخاری، شمارہ جون ۱۹۶۹ء، ص ۴۸۔[۱۴۱]

وہی پرانی قلبی شقاوت کہ انگوٹھے چومنا بطور تعظیم نہیں بلکہ آنکھوں کی حفاظت کے لئے بطور ''رقیہ'' (منتر) کے لئے گنجائش ہے۔

مفتی عبدالرحمٰن دیوبندی، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور اپنے فتوٰی میں لکھتے ہیں!

''سوال۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر انگوٹھے چوم سکتے

ہیں، اس بارے میں وضاحت فرمادیں؟۔

جواب۔ اگر اس کو دین کا جز بنا کر کرے تو ناجائز ہے لیکن بطور علاج کے ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (پ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء۔ف ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) نے ارشاد فرمایا۔ [۱۴۲]

مولوی عبدالشکور فاروقی لکھنوی (۱۲۹۳۔۱۳۸۱ھ) اپنی کتاب ''علم الفقہ'' میں لکھتے ہیں!

''اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھدان محمدارسول اللہ سنے تو یہ بھی کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے **قرۃعینی بک یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع و البصر** ''۔[۱۴۳]

چند اعتراضات کے جوابات

اعتراض۔ انگوٹھے چومنے کو کبھی نہ چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنے والے اسے واجب یا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں، ورنہ وہ ایسا نہ کرتے اور کبھی ترک کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے، تو معلوم ہوا کہ وہ اسے واجب یا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں۔

جواب۔ اہل سنت اس فعل کو مستحب سمجھتے ہیں، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں سمجھتے، اور اگر اس فعل پر ہمیشہ عمل بھی کریں تو مستحب کو مستحب سمجھنے کے لئے کبھی کبھی ترک کر دینا ضروری نہیں بلکہ اسے مستحب سمجھنا ہی کافی ہے، جس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، جیسے ہم فرضوں کے آگے پیچھے غیر مؤکدہ سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں اور ہمیشہ پڑھتے ہیں، کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا کہ نوافل اور غیر مؤکدہ سنتیں ہمیشہ کیوں پڑھتے، یہ تو تم واجب اور مؤکدہ سمجھ لئے ہیں، اس سلسلے میں پڑھنے والوں کے اعتقاد کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور کبھی بھی انہیں ان کے ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔

حدیث شریف میں مستحب عمل کو دائمی طور پر ہمیشہ کے لئے کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر قرار دیا، چنانچہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ و امام احمد نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''**ان احب الاعمال الی اللہ ادومہ وہ ان قل**'' یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے پسند وہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفلی کام اور مستحب عمل جو ہمیشہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

معترضین کا یہ کہنا کہ کسی عمل کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث کی روشنی میں غلط ہو کر رہ گیا، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان ہے کہ وہ جس عمل کو مواظبت اور ہمیشگی سے کرتے وہ اس کے وجوب کی دلیل ہوتا، امتی کی یہ شان نہیں کہ وہ جس فعل کو ہمیشہ کرے تو وہ اس کے وجوب کی دلیل ہو یا وجوب اعتقاد کو ظاہر کرتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث" (بخاری، جلد۲، ص۸۹۶) بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

جب ایک جائز کام کو دلیل شرعی کے بغیر خواہ مخواہ دھونس دھاندلی سے ناجائز بتایا جا رہا ہو تو وہاں اہل حق کو اس کام کے جواز کی شدومد کے ساتھ اشاعت کرنی چاہیے، چنانچہ اس سلسلے میں ایک فقہی مسئلہ کی مثال پیش ہے!

فقہاء فرماتے ہیں کہ یوں تو حوض کی نسبت نہر سے وضو کرنا افضل ہے لیکن معتزلہ جو مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ ہے وہ حوض سے وضو کے قائل نہیں، اس لئے ان کی تذلیل کے لئے نہر کے ہوتے ہوئے حنفی کو حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔ التوضؤ من الحوض افضل من النهر رغما للمعتزلة۔ (درمختار، ص۲۳) یعنی معتزلہ فرقے کی تذلیل وتوہین کی غرض سے نہر کی نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں! التوضی بهاء الحوض افضل من النهر لان المعتزلة لا يجوز ونه من الحياض فير غمهم بالوضؤ منها ۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، جلد۱، ص۸۲) یعنی نہر کی نسبت حوض سے وضو بہتر ہے کیونکہ معتزلہ فرقہ حوض سے وضو کو جائز نہیں مانتا تو ان کی تذلیل کے لئے حوض سے ہی وضو کرے۔

منکرین انگوٹھے چومنے کے مستحب اور جائز کام کو بغیر کسی دلیل کے منع کرتے ہیں، تو اب اہل سنت کو چاہیئے کہ اذان واقامت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر ضرور انگوٹھے چوما کریں۔

اعتراض۔ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی سے قرآن مجید کی ان پانچ آیتوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں حضرت نبی کریم ﷺ کا نام مبارک آتا ہے کہ ان آیات کو سن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہ؟ تو امام بریلویت جواب دیتے ہیں کہ پنج آیت کے وقت اس فعل (یعنی انگوٹھے چومنے) کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا اور فقیر (احمد رضا خان بریلوی) کے نزدیک یہاں بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیئے۔ (ابر المقال ص۱۲)

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی کا ''پنج آیت'' کے وقت انگوٹھے چومنے کے فعل کوترک کرنے کو انسب اور مذہب ارجح واصح کہنا کس اصول پر مبنی ہے۔

پنج آیت کی تلاوت کے وقت حضرت نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کے فعل کوترک کرنے کے بارے مین انسب والیق کہہ کر امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی نے شان رسالت میں کس قدر گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ امام بریلویت کو حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کی محبت کے غلبہ کا دعویٰ محض زبانی تھا اور دل میں محبت نہ تھی، ورنہ یہ لفظ کبھی نہ کہتا۔(ملخصاً)[۱۴۴]

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اہل سنت قرآت قرآن کے وقت ''انصتوا'' کے قرآنی حکم کی وجہ سے ساکت وصامت رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، اور الیق وانسب جانتے ہیں، کہاں انصتوا کا قرآنی حکم اور کہاں مسند الفردوس دیلمی کی موقوف روایت، الغرض جہاں دلیل مافوق موجود ہوتو وہاں ہم استحباب واباحت کا قول نہیں کرتے، لہذا جتنی قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں وہ سب فضول ہیں اوران قیاس آرائیوں کی غرض وغایت بظاہرتو یہی نظر آتی ہے کہ اس بابرکت نام کو جواہمیت ومقبولیت حاصل ہے، اس کو کم کیا جائے۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**

بعض حفاظ ختم اور فاتحہ خوانی میں آیت'' **ما کان محمد** '' پڑھ کر انگوٹھے چومنے کے لئے وقف کرتے ہیں اور پھر آیت کا اگلا حصہ'' **ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** '' پڑھتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ آیت کو مسلسل پڑھنا چاہیے اور وقف نہیں کرنا چاہیے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عبارت کے اصل الفاظ درج ذیل ہیں!

''پنج آیت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا، اور فقیر کے نزدیک یہاں بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیے۔ **والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل** ''[۱۴۵]

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ آیات قرآنیہ پڑھتے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا، صحیح اور راجح مذہب کی بنا پر اس کو ترک کرنا زیادہ مناسب اور زیادہ لائق ہونا چاہیے۔ بتایئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی کیا گستاخی ہے؟۔اجابت اذان کے وقت اس فعل کو کرنا فقہاء نے مستحب لکھا ہے، اس لئے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''خیر الکلام'' کے صفحہ ۱۲۸ پر ''لا یصح بمعنی موضوع'' کے عنوان سے ''تذکرۃ الموضوعات'' اور ''اسنی المطالب'' کے حوالوں سے لکھا کہ محدثین نے لا یصح کا مطلب موضوع لیا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہر جگہ لا یصح کا مطلب موضوع نہیں ہے، ورنہ درج ذیل لا یصح کا مطلب کیا ہوگا، مثلاً ملا علی قاری لکھتے ہیں!

''قال اسحاق بن راھویہ لا یصح فی فضل معاویۃ بن ابی سفیان عن النبی علیہ السلام شیئ'' [۱۴۶]

یعنی محدث اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں کچھ بھی نبی علیہ السلام سے صحیح نہیں، یعنی لا یصح فی المرفوع فی فضلہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک بھی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔

اب بتایئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو حدیثیں پائی جاتی ہیں اُن کے متعلق لکھا ہے ''لا یصح''۔تو یہاں لا یصح کا کیا معنی کرو گے؟۔لا یصح کے لفظ سے اگر تقبیل ابہامین کے ''پرخچے اڑتے ہیں'' تو شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے سلامت رہتی ہے؟ واضح ہوا کہ ''لا یصح'' سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

مولوی محمد حسین نیلوی اپنی کتاب خیر الکلام میں لکھتے ہیں!

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سن کر تو تعظیم وادب اور عقیدت ومحبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا نام مبارک سن کر عقیدت ومحبت اور تعظیم وادب سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر نہیں پھیرتے، کیا حضرت نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کی اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے نام سے بھی زیادہ تعظیم واحترام ہے''۔[۱۴۷]

اس جاہلانہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے، لیکن مولوی صاحب یا ان کے متبعین کہیں دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہٗ وغیرہ کہنا

ضروری ہو، یہ ضروری تو کیا سنت بھی نہیں بلکہ مستحب ہے، کیا اس سے لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اللہ تعالیٰ کی شان سے بڑھ گئی؟، ہرگز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق حدیث ضعیف سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام چومنے کے متعلق کوئی حکم نہیں، دوسرے یہ کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا، انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ (انجیل برناباس)

مولوی نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس عمل کو نصاریٰ کے عقیدے سے اخذ کیا گیا ہے، اور اس عمل میں مسیحوں سے مشابہت ہے اس لئے یہ عمل مکروہ ہے۔ [۱۴۸]

مولوی صاحب سے سوال ہے کہ انجیل سے تو حضور ﷺ کے آنے کی بشارت کے حوالے بھی ملتے ہیں، ان کو اپنی تائید میں کیوں پیش کرتے ہو؟ کیا وہ نصاریٰ کا عقیدہ نہیں؟۔ مزید گذارش ہے کہ عیسائی مذہب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کو صحیح نہیں مانا جاتا، تو ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے والے عیسائیوں سے مشابہت نہیں رکھتے بلکہ مخالفین انگوٹھے نہ چومنے کی بنا پر عیسائیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں!

> ”غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقہ سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو، جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا اور اس کی تائید کیا؟“۔ [۱۴۹]

ایک دیوبندی مولوی دوسرے دیوبندی مولوی کی تغلیط کر رہا ہے، ایک کہہ رہا ہے کہ عیسائیوں کی کتابوں سے حوالہ نہیں لینا چاہئے، دوسرا کہتا ہے کہ حوالہ لینا کوئی گناہ نہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ سب حدیثیں موضوع اور جعلی ہیں، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولوی سرفراز نے جس حوالے سے انگوٹھے چومنے کی حدیثوں کو موضوع اور جعلی کہا ہے، وہ حوالہ ہی خود موضوع اور جعلی گھڑا ہوا ہے، ہم تو پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ مولوی سرفراز یا کسی دیوبندی میں ہمت وجرأت ہے تو اس حوالے کو صحیح ثابت کردیں۔

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی کی کتاب کا نچوڑ اور آخری سوال

مولوی صاحب لکھتے ہیں!

”آخر میں مجوزین تقبیل ابہامین سے ہمارا ایک سوال ہے کہ مؤذن جب اذان میں اشھدان محمد ارسول اللہ کہتا ہے تو خود اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر کیوں نہیں پھیرتا، کیا مؤذن کو اس کی ممانعت ہے، اسی طرح قرآن مجید میں چار جگہ حضرت نبی کریم ﷺ کا نام مبارک محمد اور ایک جگہ احمد آتا ہے، تو کیا تراویح میں قرآن مجید سنانے والا اور اور اس کے مقتدی ان پانچ مقامات پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتے ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے، ہمارے اس سوال کا جواب دے کر شکریہ کا موقع دیجئے، ہم جواب کے منتظر رہیں گے۔“[۱۵۰]

اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ وہ اذان کہتے ہوئے کانوں انگلیاں ڈالتے تھے (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۹۸)، پس مؤذن کے لئے کانوں میں انگلیاں رکھنا سنت ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۷۰۴) امام اور مقتدی کے لئے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ ”نھج السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامہ“ (۱۳۳۳ھ) میں فرماتے ہیں!

”نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے، بہر حال محبوب و محمود ہے“۔[۱۵۱]

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اس عبارت میں صاف لکھ رہے ہیں کہ حالت نماز میں، قرآن مجید سنتے وقت اور خطبہ سنتے وقت نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کا فعل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان مواضع و مواقع میں کسی بھی قسم کی حرکت کرنا منع ہے، یا تو یہ لوگ علمائے اہل سنت اور امام احمد رضا بریلوی کی کتابیں پڑھتے

ہی نہیں اور اہل سنت کا موقف جانتے ہی نہیں، تبھی جہالت کی بنا پر ایسے اعتراض کرتے ہیں، یا پھر جان بوجھ کر فضائل مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ایسا کرتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ مدرسہ دیوبند میں کون یہ تعلیم دے رہا کہ سنت فعل کو چھوڑ کر مستحب فعل یا مباح فعل کو اختیار کیا جائے، نیلوی صاحب کی پوری کتاب کا نچوڑ یہ آخری سوال تھا جس کی بنیاد نص کے مقابلے پر قیاس پیش کر کے استوار کی گئی تھی اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں، کیونکہ جس نے سب سے پہلے نص کے مقابلے پر قیاس کیا تھا، یہ قوم اسی کی خوشہ چین ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ماخذ و مراجع

[۱]۔محمد بخش، میاں، سیف الملوک : جہلم، حافظ ملک محمد امین اینڈ سنز، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء، ص ۷

[۲]۔ القرآن : ۴۸ : ۹

[۳]۔اندلسی، قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے [ج ۲]: ملتان، عبدالتواب اکیڈمی، س ن، ص ۲۸

[۴]۔الھیتمی المکی، امام احمد بن حجر، جوہر المنظم : قاہرہ، مطبع خیریہ ، ۱۳۳۱ھ، ص ۱۲

[۵]۔کاظمی، سید احمد سعید، درس حدیث، مشمولہ، السعید (ماہنامہ) ، ملتان ، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص ۸۔۹

[۶]۔العسقلانی ، حافظ ابن حجر، مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری: دہلی، س ن، ص ۵

[۷]۔اندلسی، قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے [ج ۲]: ص ۳۳

[۸]۔السخاوی، الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ: بیروت ، دار الکتب العلمیہ، ص ۳۸۴

[۹]۔ایضاً ، ص ۳۸۵

[۱۰]۔نیلوی ، محمد حسین ، خیر الکلام : مشمولہ ، عارفین [ماہنامہ] ، سرگودھا اکتوبر/دسمبر ۱۹۹۳ء ، ص ۱۰۰

[۱۱]۔ایضاً ، ص۵۶

[۱۲]القاری ، ملاعلی بن سلطان، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ : کراچی،
قدیمی کتب خانہ، س ن، ص۲۱۰

[۱۳]۔ہفت روزہ اہل حدیث: لاہور، شمارہ ۲۹ر جنوری ۱۹۹۳ء

[۱۴]۔بریلوی، امام احمد رضا، حدائق بخشش: بمبئی، رضا اکیڈمی، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص۹۶

[۱۵]۔پٹنی ، محمد ابن طاہر صدیقی ، تذکرۃ الموضوعات : ملتان، کتب خانہ مجیدیہ ، س ن
ص۳۴ (باب الاذان ومسح العینین فیہ ونحوہ)

[۱۶]۔پٹنی ، محمد ابن طاہر صدیقی ، مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار مع تکملہ [الجزء الخامس]: مدینہ منورہ ، مکتبہ دار الایمان، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، ص۲۳۳۔۲۳۴

[۱۷]۔شامی، سید محمد امین ابن عابدین ، رد المحتار حاشیہ علی الدر المختار: بیروت س ن، ص۲۶۷ (باب الاذان)

[۱۸]۔تھانوی ، اشرف علی ، امداد الفتاوی [ج۵] : ترتیب جدید ، مفتی محمد شفیع ، کراچی
مکتبہ دار العلوم ، محرم ۱۴۲۰ھ/ مئی ۱۹۹۹ء ، ص۲۵۹۔۲۶۰

[۱۹]۔یہ رسالہ فتاوی رضویہ (مع تخریج وترجمہ عربی عبارات، جدید اڈیشن)، جلد پنجم، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء میں (صفحہ ۴۲۹ تا ۶۲۸) شامل ہے اور علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

[۲۰]۔شامی، ابن عابدین، رد المحتار [۲]: قاہرہ، مکتبہ البابی، س ن، ص۳۳۹ (باب الولی من کتاب النکاح)

[۲۱]۔روایتِ نفی (یعنی کام نہ ہونے کی روایت)۔نفیِ روایت (یعنی کام ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کسی روایت کا نہ ملنا)۔مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی روایت نہ مل پائے (یعنی نفیِ روایت ہو) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ (یہ روایت نفی ہے) اور اس کام کے وجود نہ ہونے (یعنی اس کی نفی) کی روایت مل گئی ہے۔

[۲۲]۔شامی ، ابن عابدین ، العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ [ج۲]: قندہار ، تاجران کتب ارگ بازار ،ص۳۵۶)

[۲۳]۔ملخصاً از رسالہ ''نہج السلامۃ'' از امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

[۲۴]۔طحطاوی، علامہ سید احمد، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب ،س ن ، ص۱۱۱(باب الاذان)

[۲۵]۔لکھنوی ، حافظ عبدالحیٰ، مجموعہ فتاویٰ [ج۳]: لکھنؤ، مطبع یوسفی، ۱۳۴۵ھ، ص۴۷ (باب ما یتعلق بالاذان)

[۲۶]۔ایضاً السعایہ [ج۲] : لاہور ، ص۴۶

[۲۷]۔شوکانی، محمد بن علی، فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ : ص۹

[۲۸]۔البانی، شیخ محمد ناصر الدین، احادیث ضعیفہ کا مجموعہ ،مترجم، محمد صادق خلیل، فیصل آباد، ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتصانیف، ۱۹۹۴ء، ص۷۴

[۲۹]۔ایضاً ص۲۳۶

[۳۰]۔جالندھری، خیر محمد، نماز حنفی، ملتان ، مکتبہ رشیدیہ خیر المدارس ،ص۲۶

[۳۱]۔پٹنی ، محمد ابن طاہر صدیقی ،، مجمع بحار الانوار [ج۳]:لکھنؤ، نول کشور، ص۵۰۶

نوٹ: مجمع بحار الانوار [ج۵] مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۹۹۴ء کی مذکورہ عبارت میں لفظ ''اختلاق'' نہیں ہے۔ (ص۲۲۶)

[۳۲]۔عسقلانی، امام ابن حجر، القول المسدد: ،حیدر آباد دکن ،دائرۃ المعارف النعمانیہ، س ن، ص۴۵

[۳۳]۔القاری، ملا علی ،موضوعات کبیر، بیروت ، دار الکتب العلمیہ ، ص۳۱۸

[۳۴]۔ایضاً ص۳۴۱

[۳۵]۔القاری، ملا علی، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ، کراچی ، قدیمی کتب خانہ ،ص۶۶

[۳۶]۔ایضاً ص۲۳۶

[۳۷]۔السیوطی،امام جلال الدین،التعقبات علی الموضوعات، سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) ،مکتبہ اثریہ س ن،ص ۴۹

[۳۸]۔القاری،ملاعلی،، فضائل نصف شعبان: مترجم مفتی محمد عباس رضوی ، لاہور،مرکز تحقیقات اسلامیہ،۲۰۰۲ء،ص ۲۲

[۳۹]۔القاری،ملاعلی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح[ج ۲]:ملتان ، مکتبہ امدادیہ،ص ۱۷۱

[۴۰]۔القاری،ملاعلی،الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ:ص ۱۵۷

[۴۱]۔السیوطی،لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ [ج ۲]: قاہرہ ،مکتبہ التجاریہ الکبریٰ ،س ن،صفحہ ۴۴

[۴۲]۔ القاری،ملاعلی،مرقاۃ شرح مشکوٰۃ[ج ۲]:،ملتان ،مکتبہ امدادیہ، س ن،ص ۳۱۵

(الفصل الثانی من باب الرکوع)

[۴۳]۔السیوطی،التعقبات علی الموضوعات، سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ،مکتبہ اثریہ،س ن،ص ۲۲

[۴۴]۔ایضاً،ص ۳۰

[۴۵]۔ایضاً،ص ۶۰

[۴۶]۔السیوطی، لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ [ج ۲]: ص ۲۶۴

[۴۷]۔

الف :

شرح اربعین نووی: قاہرہ ،مصطفےٰ البابی مصر،ص ۴۔

ب :

حرز ثمین شرح حصن حصین،مطبوعہ نول کشور لکھنؤ،ص ۲۳

[۴۸]۔السخاوی ، امام شمس الدین،المقاصد الحسنہ ،بیروت ، دارالکتب العلمیہ ،س ن،ص ۴۰۵

[۴۹]۔محمد، امام کمال الدین،فتح القدیر[ج ۱]: سکھر،مکتبہ نوریہ رضویہ، س ن،ص ۳۰۲

[۵۰]۔ابن صلاح ، امام محدث حافظ ابو عمرو، مقدمہ ابن صلاح: ملتان ، فاروقی کتب خانہ، س ن، ص۴۹
[۵۱]۔النووی، شیخ الاسلام امام ابو زکریا، کتاب الاذکار: بیروت ،دارالکتب العربیہ ،س ن، ص ۷
[۵۲]۔۔محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر[ج ۲]: ص ۹۵
[۵۳]۔الحلبی ،علامہ ابراہیم ،غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: لاہور، سہیل اکیڈمی، س ن، ص ۵۲
[۵۴]۔القاری ،ملاعلی، موضوعات کبیر: دہلی، مطبع مجتبائی ، س ن، ص ۶۳ (حدیث مسح الرقبۃ)
[۵۵]۔السیوطی، امام جلال الدین، الحاوی للفتاوی[ج ۲]: بیروت ،دارالفکر، س ن، ص ۱۹۱
[۵۶]۔ ابن صلاح ، امام محدث حافظ ابو عمرو، مقدمہ ابن صلاح: ص ۸
[۵۷]۔السیوطی، امام جلال الدین ،تدریب الراوی شرح تقریب النواوی[ج ا]: لاہور، دارالنشر الکتب اسلامیہ، س ن، ص ۷۵، ۷۶
[۵۸]۔۔محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر[ج ا]: ص ۳۸۹
[۵۹]۔ایضاً ،ص ۲۶۶
[۶۰]۔القاری، ملاعلی موضوعات کبیر: ،دہلی، مطبع مجتبائی، س ن؟؟ ص ۶۸ (زیر حدیث، من بلغہ عن اللہ شئی الخ)
[۶۱]۔السیوطی، امام جلال الدین ،تدریب الراوی شرح تقریب النواوی[ج ا]: ص ۲۹۹
[۶۲]۔۔الحلبی، علامہ ابراہیم ،غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ص ۳۷۶۔۳۷۷
[۶۳]۔ملخصاً، منیر العین از امام احمد رضا بریلوی، مشمولہ فتاوی رضویہ[ج ۵]: جدید اڈیشن، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، ص ۴۹۷
[۶۴]۔الکامل لابن عدی[ج ۴]: سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ،المکتبۃ الاثریہ ۱۴۴۶ (من ابتداء اسمہ عین، عبداللہ بن زیاد)
[۶۵]۔السیوطی، امام جلال الدین ،لآلی المصنوعہ[ج ۲] : قاہرہ ، مطبع ادبیہ، س ن، ص ۲۱۹
[۶۶]۔ایضاً

[٦٧]۔خفاجی المصری،علامہ شہاب الدین، نسیم الریاض[ج ا] : بیروت ،دارالفکر،س ن،ص ۳۴۴

[٦٨]۔ طحطاوی، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار[ج ۴] : بیروت،دارالمعرفۃ ،س ن،
ص ۲۰۲(فصل فی البیع)

[٦٩]۔تھانوی،اشرف علی تھانوی،ارواح ثلثہ : لاہور،اسلامی اکادمی،١٩٧٦ء،ص ۲۹۰(حکایت نمبر ۲۸٦)

[٧٠]۔ایضاً ، الافاضات الیومیہ من افادات القومیہ(حصہ ہفتم جز ثانی) : تھانہ بھون ، تالیفات اشرفیہ
س ن،ص ۴۵۵(ملفوظ نمبر ۵۵۵)

[٧١]۔

الف :

رشید احمد گنگوہی کے درس حدیث کے افادات پر مشتمل،لامع الدراری شرح بخاری:ص ۱۵۴۔

ب:

محمد شفیع،مفتی ، تاریخ اسلام مع جوامع الکلم : ملتان ، مکتبہ امدادیہ،س ن، ص ۳۹٦

[٧٢]۔سہارنپوری ،مولوی محمد زکریا ، کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات:رائے ونڈ، مکتبہ
دینیات رائے ونڈ،س ن،ص ۱۳۳

[٧٣]۔صفدر ، مولوی سرفراز خاں، تسکین الصدور: گوجرانوالہ، ناشر مکتبہ صفدریہ، ١٩٨٦ء،صفحہ ۳٦۸

[٧۴]۔جالندھری ، مولوی خیر محمد ، خیر الفتاویٰ[ج ا] : مرتبہ ، مفتی محمد انور ،ملتان ، ناشر مکتبہ
امدادیہ ، ١٩٨٧ء،ص ۲۷۹

[٧۵]۔امرتسری ، مولوی ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ[ج ۲] :لاہور ، ادارہ ترجمان السنۃ،س ن،
ص ٦٧(باب ہفتم مسائل متفرقہ)

[٧٦]۔ایضاً،ص ۵۰

[٧٧]۔دہلوی،مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ[ج ۳] : لاہور،اہل حدیث اکادمی،١٩٧١ء،ص ۵
[ایضاً]، فتاویٰ نذیریہ[ج ا] : ص ۳۰۵(کتاب العلم)

[۷۸]۔عبدالروف، مولوی ابوعبدالسلام، القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول: سندھو بلوکی (ضلع قصور) دارالاشاعت اشرفیہ،،۱۹۹۷ء، ص۲۹۰

[۷۹]۔ایضاً ص۲۹۸

[۸۰]۔ایضاً ص۳۴۲

[۸۱]۔بھوپالی، نواب صدیق حسن خاں، مسک الختام شرح بلوغ المرام: بھوپال، ۱۳۰۶ھ، ص۲ ۵۷

[۸۲]۔دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ [ج ا]: ص۳۰۳ (کتاب العلم)

[۸۳]۔روپڑی، مولوی عبداللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث [ج ۲]: ، لاہور، ص۱۳۷

[۸۴]۔ایضا، فتاویٰ اہل حدیث [ج ۲]: ص ۳۱۸

[۸۵]۔اثری، مولوی عبدالغفور، احسن الکلام: سیالکوٹ، اہل حدیث یوتھ فورس ،۱۹۹۵ء، ص۴۳، ۴۴

[۸۶]۔

الف:

رحمٰن علی ، تذکرعلمائے ہند: ترجمہ وتحقیق، پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء، ص۵۶۴

ب :

نوشہروی، ابویحییٰ امام خان، تراجم علمائے حدیث ہند: کراچی، مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ (عکس مطبوعہ جید پریس دہلی ۱۹۳۸ء) ص۳۲۹

ج:

راشدی، بدیع الدین ، مقدمہ، ہدایۃ المستفید ...اردو ترجمہ..فتح المجید شرح کتاب التوحید: لاہور انصار السنۃ المحمدیہ، ۱۹۷۵ء، ص۵۶

[۸۷]۔نیلوی، مولوی محمد حسین، خیر الکلام: ص۱۰۰۔

[۸۸]۔بریلوی، مولانا نواب سلطان احمد خاں قادری، سیف المصطفےٰ علی ادیان الافتراء: لاہور، نوری بکڈپو

ص ۲۷

[۸۹]۔ایضاً،ص ۲۷

[۹۰]۔ایضاً،ص ۲۹

[۹۱]۔ملاحظہ فرمایئے : دہلوی ،نذیر احمد ، فتاویٰ نذیریہ[ج ۱] : ص ۲۴۵ تا ۲۴۸

[۹۲]۔بریلوی،امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش: ص ۲۷

[۹۳]۔کحالہ ، عمر رضا ، معجم المؤلفین[ج ۷]: بیروت ، داراحیاء التراث العربی، س ن، ص ۱۰۰

[۹۴]۔دہلوی،مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ[ج ۱]:ص ۲۴۲ (کتاب الاعتصام بالسنۃ)

[۹۵]۔ایضاً،ص ۲۴۲،۲۴۳

[۹۶]۔ایضاً،ص ۲۴۳

[۹۷]۔ایضاً،ص ۲۴۳

[۹۸]۔رحمٰن علی، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۶۱

[۹۹]۔دہلوی،مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ[ج ۱]:ص ۲۴۳

[۱۰۰]۔دہلوی،شاہ عبدالعزیز محدث، بستان المحدثین: کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی،۱۹۸۴ء،ص ۱۶۲،۱۶۳

[۱۰۱]۔دہلوی،مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ[ج ۱]: ص ۲۴۴

[۱۰۲/۱۰۳]۔دہلوی،شاہ عبدالعزیز، محدث، عجالہ نافعہ ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب،۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء،ص ۵

[۱۰۴]۔ایضاً ،ص ۶

[۱۰۵]۔ایضاً ص ۵۔۶

[۱۰۶]۔ دہلوی،شاہ عبدالعزیز،محدث، بستان المحدثین: ص ۱۱۵

[۱۰۷]۔ایضاً ، ص ۱۶۹

[۱۰۸]۔ایضاً،ص۱۸۸

[۱۰۹]۔دہلوی،شاہ ولی اللہ،محدث، حجۃ اللہ البالغہ[ج۱]،لاہور،مکتبہ سلفیہ، ص۱۳۵

[۱۱۰]۔دہلوی،شاہ ولی اللہ،محدث،قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین،لاہور،مکتبہ سلفیہ ص۲۸۲

[۱۱۱]۔دہلوی،شاہ عبدالعزیز،محدث، تفسیر عزیزی ، لال کنواں دہلی،ص۵۹

[۱۱۲]۔ایضاً

[۱۱۳]۔ایضاً،ص۹۴

[۱۱۴]۔ایضاً ، ص۲۷۱

[۱۱۵]۔ایضاً ، ص۳۰۶

[۱۱۶]۔دہلوی،شاہ عبدالعزیز،محدث، تفسیر عزیزی[ج۱]:کراچی،ایچ ایم سعید کمپنی،۱۳۹۷ھ،ص۳۳۹

[۱۱۷]۔دہلوی ، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ[ج۱]:ص۲۴۵-۲۴۶

[۱۱۸/۱۱۹]۔ایضاً ، ص۲۴۶

[۱۲۰/۱۲۱]۔۔ایضاً ، ص۲۴۷

[۱۲۲]۔۔ایضاً ، ص۲۴۸۔۲۴۹

[۱۲۳]۔دلاوری ، ابوالقاسم رفیق، عمادالدین ، لاہور ،ہ شیخ غلام علی اینڈ سنز،س ن،ص۱۲۲-۱۲۳

[۱۲۴]۔بریلوی،امام احمد رضا خاں،حدائق بخشش:ص۳۱۵

[۱۲۵]۔صفدر ، سرفراز خاں ، راہ سنت ، گوجرانوالہ ، ناشر،مکتبہ صفدریہ ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء،
ص۲۳۸-۲۳۹

[۱۲۶]۔بریلوی ، امام احمد رضا ، ابرالمقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ، لاہور ، نوری بکڈپو ،
س ن ، ص۱۶

[۱۲۷]۔صفدر ، سرفراز خاں ، راہ سنت ، ص۲۴۲-۲۴۳

[۱۲۸]۔ایضاً ، ص۲۴۲

[۱۲۹]۔حسنی ، محمد ثانی، سوانح مولانا محمد یوسف:لاہور، ناشران قرآن لمیٹڈ،ص ۱۹۱-۱۹۳
[۱۳۰]۔انور ، محمد یونس ، نماز مصطفٰے:لاہور ،مرکز اشاعت التوحید والسنۃ،ص ۳۰
[۱۳۱]۔سیوطی ، امام جلال الدین،لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ [ج ا]:ص ۲
[۱۳۲]۔نوشہروی ، ابویحیٰی امام خاں، تراجم اہل حدیث ہند، دہلی،۱۹۳۸ء،ص ۹۴
[۱۳۳]۔دہلوی ، محمد اسماعیل ،اصول فقہ، لاہور،دائرۃ المعارف،ص ۸
[۱۳۴]۔تھانوی ، اشرف علی،بوادرالنوادر: مقدمہ وحواشی ، مفتی محمد شفیع،لاہور ،
ادارۂ اسلامیات ،ذیقعد ۱۴۰۵ھ/اگست ۱۹۸۵ء،اول،ص ۴۰۹
[۱۳۵]۔عثمانی ، محمد تقی ، بدعت ایک سنگین گناہ:کراچی ، میمن اسلامک پبلشرز،ص ۳۸
ایضاً ، بدعت ایک گمراہی : لاہور ، ادارۂ اسلامیات ، ۱۹۸۸ء ، ص ۳۳-۳۴
[۱۳۶]۔ حقانی گجراتی ، محمد پالن ، شریعت یا جہالت : لاہور ، مکتبہ خلیل ، ص ۳۴۸
[۱۳۷]۔ایضاً

[۱۳۸]۔ایضاً
[۱۳۹]۔تھانوی ، اشرف علی،ارواح ثلاثہ : ص ۳۱۰
[۱۴۰]۔شامی ، ابن عابدین شامی،ردالمحتار حاشیہ علی الدرالمختار: بیروت ، ص ۲۶۷ (باب الاذان)
[۱۴۱]۔عبدالرشید،مفتی، مشمولہ، تعلیم القرآن (ماہنامہ) : راولپنڈی ، جون ۱۹۶۹ء ، ص ۴۸
[۱۴۲]۔ عبدالرحمٰن ،مفتی ، دینی مسائل (کالم) ، مشمولہ ، جمعہ میگزین ، روزنامہ جنگ،لاہور
، ۸/ستمبر ۱۹۸۹ء ،
[۱۴۳]۔فاروقی لکھنوی ،عبدالشکور ، علم الفقہ [حصہ دوم] ، کراچی ، دارالاشاعت ، س ن ،
ص ۱۵۹
[۱۴۴]۔نیلوی ، محمد حسین ، خیرالکلام : ص ۴۴-۴۵
[۱۴۵]۔بریلوی ، امام احمد رضا ، ابرالمقال فی استحسان قبلۃ الاجلال : ص ۱۸

[۱۴۶]۔قاری . ملاعلی ، موضوعات کبیر : کراچی ، نورمحمد کارخانہ ، س ن ، ص ۱۶۹

[۱۴۷]۔ نیلوی ، محمد حسین ، خیرالکلام : ص ۵۹

[۱۴۸]۔ایضاً ص ۸۹

[۱۴۹]۔صفدر ، سرفراز خاں ، راہ سنت :ص ۲۴۵

[۱۵۰]۔نیلوی ، محمد حسین ، خیرالکلام : ص ۱۴۴

[۱۵۱]۔ بریلوی ، امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ (جدید)، ج ۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۶۵۲